ماہنامہ

الحق

خصوصی شمارہ

مشاہیر

بنام

(مکتوبات)

ترتیب و تالیف، توضیح و حواشی

مولانا سمیع الحق

تقریباً پون صدی پر مشتمل اساطینِ علم و ادب .... علماء و محدثین ... مشائخ و اکابرینِ اُمت .... نامور اہلِ قلم شہسوارانِ صحافت .... دانشور و مصنفین .... سیاسی زعماء حکمران و سلاطین کے مکتوبات .... نگارشات .... تاثرات اور احساسات کا مجموعہ علمی، فقہی، مذہبی مسائل، ملکی تحریکات و بین الاقوامی سیاسی اُتار چڑھاؤ اور عالمِ اسلام کو درپیش بحرانوں کے مدّ و جزر پر اربابِ فکر و دانش کے خیالات و افکار کا ایک عظیم الشان ذخیرہ

مولانا سمیع الحق کے قلم سے

ادبی تعارفی حواشی اور توضیحات،

نیز مشاہیر کے خطوط کے

عکسی نمونے

مؤتمر المصنفین

ہائے اک خونیں کفن میں عالم بالا چلے

بیادِ جامع المنقول والمعقول شیخ الحدیث حضرت مولانا **نصیب خان** صاحب شہیدؒ

شہادت: ۳رمئی۲۰۱۲ء بروز جمعرات بمطابق ۱۱ جمادی الثانی ۱۴۳۳ھ

اشک ریز: مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی استاد حدیث دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

کس ادا سے آہ سوئے جنۃ الماویٰ چلے
ہائے اک خونیں کفن میں عالم بالا چلے

بس شہادت تھی تمنا ان کی پوری ہوگئی
روٹھ کر ہم سے خدایا جانبِ عقبیٰ چلے

ان کی فرقت پر ہے ہر سو محشر ماتم بپا
افتخارِ علم و عرفاں نازشِ تقویٰ چلے

پیکرِ مہروفا تھے صورتِ صدق و صفا
گلشنِ زہد وتقیٰ سے اک گلِ رعنا چلے

جامعِ شرع وطریقت تھے عزیمت کے امام
خیلِ باطل کے لئے کافی تھے جو تنہا چلے

تھی ذہانت اور شجاعت ان کی بس ضرب المثل
خاکساری اور تواضع میں بھی تھے یکتا چلے

زینتِ محراب و منبر زیبِ میدانِ جہاد
جانبِ خلدِ بریں کس شان سے مولا چلے

جامع الاوصاف تھے وہ شہسوارِ ہر محاذ
انقلاب اس ملک میں بس کرگئے برپا چلے

لرزہ براندام جن کے نام سے اعداءِ دیں
شیرِ نر تھے بالیقیں وہ حضرت والا چلے

تھے فدا از جان و دل بر عزتِ ملت وقوم
ہوگئے درماندہ سوئے سایہء طوبیٰ چلے

مدرسہ حقانیہ جن پر سدا ہے مفتخر
تھے وہ محبوبِ زمن ہر آنکھ کا تارا چلے

یاالٰہی یہ شہادت باسعادت ہو قبول
محفلِ قدسی سے صد افسوس مولانا چلے

کیا لکھوں فانیؔ انہی کی شان میں کیسے لکھوں
بزمِ حقانی سے گویا شاہدِ زیبا چلے

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَ عَلیٰ اٰلِہٖ وَسَلِّم تَسلِیمًا

اے بی سی آڈٹ

جلد نمبر ۔۔۔۔۔۔ 47
شمارہ نمبر ۔۔۔ 08-07
جمادی الاول والثانی ۱۴۳۳ھ
اپریل، مئی ۔۔۔۔ ۲۰۱۲

بیورو فسر آف سرکولیشن کی تصدیق شدہ اشاعت
21-5-2012
اکوڑہ خٹک

ماہنامہ الحق

مدیر اعلیٰ
حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

نگران
حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ

مدیر
حافظ راشد الحق سمیع حقانی

ناظم شفیق الدین فاروقی

اس شمارے کے مضامین

نقش آغاز: ● دار العلوم کے استاد حدیث وہر دلعزیز عالم دین حضرت مولانا نصیب خانؒ کی شہادت
حضرت مولانا سید محسن شاہ حقانیؒ اور داعی قرآن حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوریؒ کے افسوسناک سانحات۔
ایک گوہر نایاب انسان حضرت مولانا عطاء الرحمٰن کی المناک جدائی۔
مشاہیر (مکتوبات) کے حوالے سے ''الحق'' کا زیر نظر خصوصی شمارہ .... مولانا راشد الحق سمیع ۲

● روداد تقریب رونمائی ''مشاہیر'' .... جناب ڈاکٹر محمود الحسن عارف ۹
● حضرت مولانا عبدالحقؒ ۔۔ عزم وہمت کے کوہ گراں .... حضرت مولانا زاہد الراشدی ۳۲
● مولانا سمیع الحق کے نام خط .... جناب ڈاکٹر اجمل نیازی ۳۵
● مشاہیر کے خطوط مولانا سمیع الحق کے نام .... جناب قیوم نظامی ۳۸
● مولانا سمیع الحق کا کارنامہ .... مولانا محمد شفیع چترالی ۴۰
● مشاہیر نادر و نایاب مکاتیب کا عظیم ذخیرہ نسخہ ہائے وصل ووفا .... مولانا محمد عمر انور بدخشانی ۴۲
● افکار و تاثرات بنام مدیر ...... (مکاتیب مشاہیر ۔۔ قدر شناسوں کی نظر میں) ...... حضرت مولانا شاہد سہارنپوری ۴۸
● عقائد کی اہمیت، توحید و رسالت کا تلازم .... شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق ۴۹
● استاذ حدیث دار العلوم حقانیہ مولانا نصیب خان کا بہیمانہ قتل .... مولانا حافظ عرفان الحق حقانی ۵۶
● مفاہمتی عمل کیلئے پائیدار حکمت عملی کی تشکیل .... جناب ابرار خٹک ۵۹
● دار العلوم کے شب و روز .... جناب شفیق الدین فاروقی ۶۸
● تبصرہ کتب .... ادارہ ۷۰

ماہنامہ الحق دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (خیبر پختونخوا) پاکستان۔ فون نمبر (0923) 630435
ویب سائٹ: www.jamiahaqqania.edu.pk فیکس نمبر Fax(0923)630922
ای میل: Email: editor_alhaq@yahoo.com – فیس بک ایڈریس Facebook\Alhaq Akora Khattak
سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ -/25 روپے سالانہ -/250، بیرون ملک 25$ امریکی ڈالر
پبلشر: مولانا سمیع الحق، مہتمم دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، منظور عام پریس پشاور

کمپوزنگ: بابر حنیف

نقش آغاز		بسم اللہ الرحمن الرحیم		مولانا راشد الحق سمیع

دار العلوم کے استاد حدیث و ہر دلعزیز عالم دین حضرت مولانا نصیب خانؒ کی شہادت

دار العلوم حقانیہ اپنی شاندار تعلیمی خدمات، روحانی علمی، ادبی، سیاسی، فلاحی اور جہادی اوصاف کے حوالے سے اس وقت اُم المدارس دار العلوم دیوبند کی طرح پوری دنیا میں چمک رہا ہے اور ہر سو اس مینارہ نور سے علم و عمل اور رُشد و ہدایت کی کرنیں چار دانگ عالم میں پھیل رہی ہیں الحمدللہ علیٰ ھذہ النعمۃ لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ کفر کے سینے میں کسی کانٹے کی طرح مسلسل کھٹک بھی رہا ہے۔ عرصہ دراز سے اس کے خلاف سازشیں اور ریشہ دوانیاں جاری و ساری ہیں۔ لادین قوتیں اور خصوصاً امریکہ و مغربی ممالک اس سعی رائیگاں میں دن رات گھل رہے ہیں کہ کسی نہ کسی ذریعے سے دار العلوم حقانیہ اور علمائے ربانیہ کو (خاکم بدہن) صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جائے۔ اسی لئے مختلف قسم کے منفی الزامات کی ایک بھرمار اِن دنوں مسلسل دار العلوم حقانیہ پر کی جارہی ہے۔ پھر اس میں مزید اضافہ امریکہ و نیٹو افواج کی سپلائی کے خلاف حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کی للکار اور دفاع پاکستان کونسل کے پلیٹ فارم سے پاکستانی قوم و قیادت کو اس کے خلاف سیسہ پلائی دیوار کی طرح کھڑا کرنے کے بعد ہوا۔ کبھی محترمہ بے نظیر بھٹو کے قتل میں بھونڈے انداز سے اور بغیر کسی ثبوت کے دار العلوم کو ملوث قرار دینا اور کبھی مختلف حیلوں بہانوں سے دار العلوم میں حکومت اور ایجنسیوں کی بار بار مداخلت کرانا۔ اسی سلسلے میں ۲ رمئی ۲۰۱۲ء بروز بدھ جامعہ کے استاذ حدیث اور ہر دلعزیز عالم دین حضرت مولانا نصیب خانؒ کو بعد از ظہر پشاور جاتے ہوئے مین شاہراہ پر درجنوں مسلح افراد نے گاڑی سے اتار کر اغواء کرلیا۔ ابھی اسی سلسلے میں دار العلوم حقانیہ کے ارباب حل و عقد مولانا کی بازیابی کے سلسلے میں تگ و دو اور تلاش و احتجاج کر ہی رہے تھے کہ دوسرے دن ان کی المناک شہادت کی اطلاع دار العلوم کے طلباء و علماء پر بجلی بن کر گری۔ پورے دار العلوم میں افسوس اور سکتے کا عالم طاری ہوگیا۔ ہزاروں طلباء اپنے درویش صفت اور قلندرانہ طبیعت کی حامل مشفق مہربان استاد کی المناک شہادت کی خبر سن کر صبر و قرار کی ساری متاع گنوا بیٹھے لیکن حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ کی پر اثر او رجامع دعائے مغفرت نے اس موقع پر کسی جادوئی مرہم کا کام کیا۔ پھر دوسرے دن جامعہ کے تمام اساتذہ کرام، دار العلوم کے اہم ذمہ داران اور ہزاروں طلباء مولانا کی نماز جنازہ میں شرکت کے لئے وزیرستان میران شاہ تشریف لے گئے اور ان کی نماز جنازہ میں بھرپور شرکت کی۔ اس کے بعد حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے کمال حکمت اور تدبر سے کام لیتے ہوئے دوسرے ہی دن صوبہ بھر کے علماء، مشائخ اور خصوصاً مہتممین حضرات کا ایک بہت بڑا تاریخی اجلاس دار العلوم حقانیہ میں فوری طور پر بلایا، جس میں ایک ہزار سے زائد مہتممین حضرات، اساتذہ کرام علماء اور دار العلوم

کے نامی گرامی چیدہ چیدہ فضلاء کرام حضرات نے بھرپور انداز میں شرکت کی۔ اس موقع پر جمعیت علماء اسلام (ف) کے رہنماؤں اور ساتھیوں نے بھی بھرپور انداز میں اپنی مادرِ علمی دارالعلوم حقانیہ کے ساتھ عقیدت و وابستگی کا بھرپور مظاہرہ کیا۔ چنانچہ اس اجلاس میں حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے تمام صورتحال علماء اور حاضرین کے سامنے کھل کر پیش کی اور حضرت مولانا نصیب خانؒ کے اغواء اور ان کے ظالمانہ اور ماورائے عدالت قتل پر اپنے مجروح جذبات اور آئندہ کے لائحہ عمل کے بارے میں تفصیلی خطاب کے ساتھ ساتھ شرکاء سے رائے بھی مانگی۔ اس موقع پر تمام علماء کرام ومشائخ عظام نے متفقہ طور پر یہ تجویز پیش کی کہ امن وامان کی اصل ذمہ داری وفاقی اور صوبائی حکومتوں پر عائد ہوتی ہے اور اس عظیم حادثہ فاجعہ پر صوبائی اور وفاقی حکومت کی مجرمانہ خاموشی اس بات کی غمازی کرتی ہے کہ کسی نہ کسی طور پر یہ دونوں حکومتیں بھی اس قتل میں شریک ہیں۔ پھر پاکستان میں علماء حق کے قتلِ عام میں ملکی اور غیرملکی خفیہ ایجنسیوں خصوصاً ''بلیک واٹر'' کے کردار پر بھی کھل کر اجلاس کے شرکاء نے تنقید کی اور انہوں نے واضح کیا کہ اگر پاکستان ریمنڈ ڈیوس جیسے امریکی قاتلوں کو رہا نہ کرتا اور سی آئی اے و دیگر مغربی ممالک کے ہزاروں تخریب کار جاسوس افراد کو ویزے اور پاکستان میں آزادانہ نقل وحمل اور سازشوں کے جال بننے کی اجازت نہ دیتا تو اس قسم کے آئے روز کے دل خراش اور جگر شگاف خونی واقعات پاکستان میں پیش نہ آتے۔ لہٰذا فوری طور پر پشاور ہائیکورٹ کے سامنے ایک عظیم الشان فقید المثال متفقہ اور مشترکہ مظاہرہ بروز منگل ۸ مئی ۲۰۱۲ء بوقت دوپہر بارہ بجے منعقد ہوا۔ اور بعد میں ہائی کورٹ کی انتظامیہ اور اعلیٰ ججوں کو دارالعلوم حقانیہ کی طرف سے دائر کی گئی درخواست پیش کی گئی کہ پشاور ہائی کورٹ ایک اعلیٰ سطحی عدالتی کمیشن تشکیل دے اور فوری طور پر حضرت مولانا نصیب خانؒ کے قاتلوں کو پوری طرح بے نقاب کرے۔ لہٰذا ان سطور کے لکھتے ہوئے اب عدالتی کاروائی شروع ہو چکی ہے لیکن اس کے پورے نتائج سے آگاہی اور اصل قاتلوں تک رسائی مشکل ہی نظر آرہی ہے لیکن اس کے علاوہ اور ماسوائے صبر و برداشت کے دارالعلوم حقانیہ اور طلباء علماء کر ہی کیا سکتے ہیں؟ اس محشر ساں عہد میں اور ظالم ونا اہل حکمرانوں کی موجودگی میں عدل وانصاف کا پورا ہونا پھر اس کرپٹ پولیس اور کام چور انتظامیہ سے کہاں ممکن ہے؟

بہرحال حضرت مولانا نصیب خانؒ ایک بہترین اوصاف کی حامل شخصیت تھے۔ دارالعلوم حقانیہ ہی کے فیض یافتہ اور یہاں کے فارغ التحصیل تھے۔ دوران طالب علمی خارجی اوقات میں باہر لان میں مختلف کتابوں کا درس دیا کرتے تھے۔ انکے درس کی شہرت دوران طالبعلمی ہی سے پھیل چکی تھی۔ پھر کچھ عرصہ بعد دارالعلوم میں علوم نقلیہ وعقلیہ کیلئے ایک جید مدرس کی ضرورت محسوس ہوئی تو قرعہ فال آپ ہی کے نام نکلا۔ اور تھوڑے ہی عرصے میں اپنی خداداد علمی صلاحیتوں اور توفیق ایزدی سے آپ مسند حدیث کی رونق بن گئے۔ ذہانت اور قابل رشک یادداشت آپ کی خصوصی صفات تھیں۔ تمام اساتذہ کرام اور طلباء کرام کے ساتھ بھی آپ کے تعلقات کسی بہترین دوست کی طرح رہتے۔ عمر بھر

حریت کی فکر عام کرتے رہے اور استعمار و طاغوتی قوتوں کے خلاف جہاد کے علمبردار رہے۔ امریکہ اور اس کے حواریوں اور موجودہ حکمرانوں کی مخالفت مسندِ تدریس سے لے کر بڑے بڑے عوامی جلسوں میں ڈنکے کی چوٹ پر کرتے اس باب میں مصلحت سے کوسوں دور تھے۔ زندگی کے آخری ایام میں دشمنانِ اسلام کے خلاف بپا جاری کوششوں اور جہاد کی کامیابی کیلئے دعا گو رہتے اور مسلمانوں کے حالات کی سنگینی پر کسی انگارے کی طرح ہر وقت سلگتے رہتے تھے۔ کتمانِ حق کو بڑا جرم تصور کرتے تھے۔ جہادی حلقوں اور علماء و مدرسین دونوں ہی کیلئے انتہائی ہر دلعزیز اور قابل اعتماد تھے۔ اسی لئے سارے پختونخوا کے علماء طلباء آپ کے خونِ ناحق پر ان دنوں شعلہ جوالہ بنے ہوئے ہیں۔ ہمیں حضرت مولاناؒ کے اصل قاتلوں تک رسائی کی توقع موجودہ حکمرانوں اور حکومتوں سے قطعی نہیں۔ ہماری آخری امیدیں اُس عادل و منصف خدا کی بڑی عدالت سے ہیں جس کا انصاف سب کیلئے ہے اور جس کی عدالت میں مظلوم کا خون رائیگاں نہیں جاتا اور وہی بہترین انتقام لینے والا ہے۔ وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ

ظلمت کدے میں میرے شب غم کا جوش ہے ۔۔۔ اک شمع ہے دلیل سحر سو خموش ہے

حضرت مولانا سید محسن شاہ حقانیؒ اور داعی قرآن حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوریؒ کے افسوسناک سانحات

ابھی حضرت مولانا نصیب خانؒ کے قتل اور شہادت کے صدمے کا زخم سینے میں تازہ تھا کہ دارالعلوم حقانیہ کے ایک بہت ہی ہونہار اور وفادار قدیم فاضل اور نامور عالم دین شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی سید محسن شاہ حقانیؒ کو بھی ۱۳ر مئی ۲۰۱۲ء کی رات مدرسہ کے اندر ہی سفاکانہ انداز میں شہید کر دیا گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ نام نہاد عدمِ تشدد کے فلسفے کے پیروکار موقع پرست اور امریکی اتحادی عوامی نیشنل پارٹی کی حکومت کے دور میں علماء طلباء اور دیندار مذہبی لوگوں کا قتل عام کا یہ نیا واقعہ نہیں۔ آئے روز امن و امان کی بگڑتی ہوئی صورتحال اور کرپشن کے ہاتھوں صوبہ پختونخوا کے عوام ظلم و ستم کی سولی پر چڑھتے رہتے ہیں۔ ابھی تو حضرت مولانا نصیب خانؒ کے قتل کی تفتیش بھی شروع نہیں ہوئی تھی کہ علمی و دینی حلقوں کو ایک دوسرے بہت بڑے سانحہ سے دوچار کرا دیا گیا۔ علماء کے اس قتل عام پر فوری طور پر نااہل حکومت کو مستعفی ہو جانا چاہیے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا سید محسن شاہؒ درویشی اور سادگی کی ایک جیتی جاگتی تصویر تھے۔ بے نفسی اور آرام پسندی سے کوسوں دور تھے' عمر بھر درس و تدریس اور تعلیم و تعلم سے وابستہ رہے۔ آپ ایک بہت بڑے روحانی سلسلے کے روحِ رواں تھے' لیکن طبیعت کا میلان زیادہ تر تدریس اور مدرسے کی تعمیر و ترقی اور طلباء کی تربیت پر تھا۔ آپ صوبہ سرحد

کے جنوبی اضلاع درہ پیزو میں ایک بہت بڑا تعلیمی ادارہ جامعہ حلیمیہ عرصہ دراز سے کامیابی سے چلا رہے تھے۔اور بلامبالغہ ہزاروں طلباء آپ کے مدرسے میں پڑھ رہے تھے۔وفاق المدارس العربیہ اور جمعیت علماء اسلام (ف) کے آپ ایک فعال رکن تھے۔لیکن دارالعلوم حقانیہ اور حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ جوان کے اولین اساتذہ کرام میں سے تھے' خصوصی تعلق آخری دم تک قائم ودائم رکھا۔سیاسی اختلاف رائے کے باوجود کبھی بھی استادوشاگرد کے تعلقات میں سیاسی اتار چڑھاؤ حائل نہ ہوسکا۔حضرت مولانا کی نماز جنازہ میں شرکت کیلئے حضرت مولانا انوارالحق مدظلہ' نائب مہتمم جامعہ حقانیہ' باقی اساتذہ کے ہمراہ تشریف لے گئے تھے۔ابھی اتوار کی صبح دارالعلوم کی فضاء مولانا کے قتل کی خبر سے بوجھل تھی کہ شہر بے اماں کراچی سے بھی ایک دل دہلا دینے والی خبر نے سننے والوں کے اعصاب کو اپاہج ومفلوج کردیا۔یہ خبر معروف مفسر وداعی قرآن' صاحب طرز ادیب شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوریؒ کی المناک شہادت کی تھی۔حضرت مولانا اس دور کی بہت بڑی علمی وروحانی شخصیت تھے۔درس قرآن ان کا اوڑھنا بچھونا تھا۔فانی زندگی کا ایک ایک لمحہ انہوں نے قرآن کی خدمت میں گزار کر آخرت کیلئے باقی اور ابدی بنادیا تھا۔ان کا درس قرآن پورے کراچی میں مشہور تھا۔پھر انٹرنیٹ کے ذریعے تو پوری دنیا میں آپ کی تفسیر سنی جانے لگی۔تقریباً لاکھوں افراد نے آپ کے درس قرآن کو انٹرنیٹ ودیگر جدید ذرائع ابلاغ کے ذریعے سے استفادہ کیا ہے۔حضرت ایک صاحب طرز ادیب' کئی کتابوں کے مؤلف اور بہترین کالم نگار بھی تھے۔روزنامہ ''اسلام'' اور دیگر رسائل وجرائد میں ہر قسم کے دینی اور روحانی موضوعات پر آپ کے رشحات قلم شائع ہوا کرتے تھے۔آپ کی شخصیت میں تواضع کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ظالم بدبختوں نے ایک ایسی ہستی کو اب کی بار قتل کیا ہے جو خود دونوں ٹانگوں سے معذور بھی تھے' پھر جس بے ضرر انسان نے کبھی پھول کو بھی زور سے نہیں سونگھا ہوگا۔ایک ایسی خالصتاً علمی شخصیت کا قتل یقیناً علماء کے خلاف جاری سازشوں کی ایک اور واضح مثال ہے۔پاکستان اور اس کی حکومت کیوں نہ عذابوں کی زد میں آئے جبکہ معصوم' بے گناہ علماء حقیقی وارثانِ نبی ﷺ کو پے در پے قتل کیا جارہا ہو اور پھر حکومتیں اس پر نہ صرف خاموش رہیں بلکہ قتل میں برابر کی شریک بھی رہیں۔علم وعرفان کے چراغ یکے بعد دیگرے بجھتے چلے جارہے ہیں۔ظالم قاتل وڈاکو متاع حکمت ودانش کو بیدردی کے ساتھ لوٹ رہے ہیں۔پاکستانی معاشرے کی تباہ حالی پر بجز آنسو بہانے کے اور کیا کہا جاسکتا ہے؟ جس میں کنجریوں' فنکاروں اور مسخروں کی موت پر ماتم کیا جاتا ہے۔میڈیا سر پر آسمان اٹھاتا ہے لیکن بڑے بڑے نامور علماء کی شہادت پر ان کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی' جہل کے لئے حکومت ہے اور علم کے لئے قید وبند۔امریکی بدمعاش اور قاتل آزاد اور وطن کی آزادی اور حریت فکر کا درد رکھنے والے پابند سلاسل اور شیطان کے پجاریوں کیلئے مملکت پاکستان ایک محفوظ پناہ گاہ اور اللہ کے برگزیدہ علماء طلباء کیلئے مملکت پاکستان ایک انسانی شکارگاہ۔

ے　بناہ کردند خوش رسمے بخاک وخون غلطیدن　　خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

ایک گوہر نایاب انسان حضرت مولانا عطاء الرحمٰن کی المناک جدائی

حالات کے جبر کا کیا کہئیے کہ ادارتی صفحات کا مسلسل پانچواں صفحہ علمائے حق کی جدائی میں خونِ دل سے لکھ رہا ہوں۔ گزشتہ ایک ماہ سے مسلسل علمی و دینی حلقے پے در پے حوادث کے جام پئے جا رہے ہیں' ایک کے بعد دوسرا حادثہ فاجعہ سر پر تیار کھڑا ہے۔ سمجھ نہیں آ رہی کہ قیامت سے پہلے کیوں قیامت کی شروعات ہوگئیں ہیں؟ ۲۰ راپریل ۲۰۱۲ء بھوجا ایئرلائن کے بدقسمت جہاز میں جہاں درجنوں بے گناہ پاکستانی شہید ہوئے وہیں ایک بہت قیمتی اور پیارے انسان حضرت مولانا عطاء الرحمٰنؒ اپنی ہمشیرہ اور اپنے وفادار رفیق سفر مولانا عرفان کے ہمراہ بھی شہادت کی اوجِ ثریا کو سر کر گئے' یوں تو حضرت مولانا عطاء الرحمٰنؒ مادر علمی جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوریؒ ٹاؤن کے ایک استاد اور ناظم تعلیمات ہی تھے لیکن اس میں شک وشبہ نہیں کہ آپکے اچانک بچھڑنے سے جامعہ بنوری ٹاؤن کی کمر اگر ٹوٹی نہیں تو جھکی ضرور ہے۔ حضرت مولانا عطاء الرحمٰنؒ بنوری ٹاؤن کے مہتمم نہ ہوتے ہوئے بھی اس کے روحِ رواں تھے۔ جامعہ کے ہر مہتمم اور ہر طالبعلم اور استاد کیلئے مولانا کی سحر انگیز شخصیت فرض کی سی درجے کی حیثیت رکھتے تھے۔ بنوری ٹاؤن میں زمانہ طالبعلمی کے دوران مولانا عطاء الرحمٰن میرے استاد تو نہ تھے لیکن ایک مہربان مربی' بہترین مشفق دوست اور متعدد دور دراز غیر ملکی اسفار کے رفیق سفر رہے۔ پھر انسان کی باطنی خوبیوں اور صلاحیتوں سے اصل آگہی کسی سے معاملے اور سفر میں رفاقت سے مکمل آشکارا ہوتی ہے تو اس لحاظ سے یہ میری خوش قسمتی تھی کہ ان سے تقریباً ہر سال کچھ دنوں کی رفاقت سفر کے ذریعے حاصل ہو جاتی۔ وہ ایک بہترین انسان اور رفیق سفر اس معاملے میں بھی ثابت ہوئے۔ سفر میں ساتھی کی ایک ایک چیز کا خیال رکھنا اور ہر ممکن سہولت فراہم کرنا ان کا خاصہ تھا۔ ان کی اچانک شہادت نے وہ ساری مجلسیں' محفلیں اور طویل ہوائی اسفار میں ان کی خوبصورت اور میٹھی میٹھی علمی' ادبی مجلسیں یاد کرادیں' آپ جہاز میں اکثر برادرم عتیق الرحمٰن اور میرے ساتھ والی سیٹ پر تشریف رکھتے۔ حسین مسکراہٹ سے بھرپور پروقار خوبصورت چہرہ اور انکی لعل وگہر سے مرصع گفتگو کا ایک ایک لفظ یادداشت کے خانوں سے سینے میں اُتر اُتر کر قلبِ حزیں میں نشتر لگا رہا ہے۔

تھی وہ اک شخص کے تصور سے ـــــ اب وہ رعنائی خیال کہاں

اللہ نے ان کو علم کے ساتھ ادب کا ایک خاص ذوق بھی عطا فرمایا تھا۔ دورانِ درس بھی سینکڑوں عربی' اردو اشعار نوکِ زباں ہوتے اور پھر میرے ساتھ تو بات بات پر اشعار کا تبادلہ کرتے۔ راقم کی "الحق" کی خام تحریروں ومضامین پر تبصرہ فرماتے پھر خصوصاً میرے سفرنامہ یورپ "ذوق پرواز" کے اکثر اقتباسات اور اشعار بھی انہوں نے یاد رکھے تھے۔ اس حوالے سے بھی اکثر دلچسپ گفتگو فرماتے۔ افسوس ایک ایسا سدابہار رُخ خندہ دوست ہم سے بچھڑ گیا جس کا نعم البدل اور اس کا ہم مثل ڈھونڈے سے بھی اب ہم کو ملنے والا نہیں۔

؎ اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر آئے عشاق گئے وعدہ فردا لے کر

آپ کی سادہ پر وقار شخصیت میں بلا کی کشش اور جاذبیت و محبوبیت اللہ نے کوٹ کوٹ کر رکھی ہوئی تھی۔ زندگی بھر بنوری ٹاؤن کی تعمیر و ترقی اور اس کے انتظام و انصرام میں بسر کی۔ ادارہ جامعہ بنوری ٹاؤن، حضرت کے جملہ پسماندگان اور دوستوں سے دلی تعزیت کرتا ہے اور خود کو بھی تعزیت کا مستحق سمجھتا ہے۔ خصوصاً برادرم حضرت مولانا امداد اللہ مدظلہ جو اس تعزیت کے سب سے زیادہ مستحق ہیں کیونکہ انہوں نے ایک ایسے دوست اور رفیق کو کھویا ہے جو صدیوں میں صدق و صفا کے خاص سانچوں میں ڈھل کر قدرت نے نکھارا تھا اور کسی خوشبو کے جھونکے کی طرح جمعہ کی شام ہواؤں میں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے بکھر گیا۔ ع وہ تو خوشبو ہے ہواؤں میں بکھر جائے گا

مشاہیر (مکتوبات) کے حوالے سے ''الحق'' کا زیر نظر خصوصی شمارہ

الحمدللہ تحدیث نعمت کے طور پر حضرت والد مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کی تاریخی کاوش ''مشاہیر'' (مکتوبات) کو اللہ تعالیٰ نے خصوصی قبولیت سے نوازا ہے اور علمی و ادبی حلقوں اور نامور شخصیات نے مشاہیر پر کافی پسندیدگی کا اظہار فرمایا ہے۔ اس تاریخی کتاب کی اب تک سات ضخیم جلدیں شائع ہو کر اقصاء عالم میں تقسیم ہو چکی ہیں۔ مکاتیب اردو ادب کی ہی ایک قدیم اور ممتاز قسم ہے۔ دامن اردو اس باب میں مختلف قسم کے گلہائے رنگارنگ سے مزین ہے لیکن الحمدللہ اس قدر ضخیم اور متنوع قسم کے ہزاروں خطوط دو شخصیات کے نام جمع ہونا اور پھر ترتیب و تدوین توضیح و تشریح کے ساتھ شائع ہونا ایک بہت بڑا منفرد علمی تحقیقی اور ادبی اعزاز ہے۔ اس کتاب کی پہلی تقریب رونمائی جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں منعقد ہوئی اور حضرت علامہ مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ اس تقریب کے مہمان خصوصی تھے۔ آپ نے اس تاریخی کتاب کے بارے میں جن پاکیزہ اور نیک خواہشات کا اظہار کیا یقیناً یہ آپ کے بڑے ہونے کی ایک بہت بڑی دلیل ہے۔

> ''پچھلے پون صدی کی ایسی دستاویز جو دینی علمی سیاسی اور معاشرتی تاریخ کی مستند ماخذ ہو۔ فارسی، اردو، عربی انگریزی اور دیگر جو زبانیں میں جانتا ہوں، کوئی ایسی کتاب مجھے یاد نہیں آ رہی جس میں اتنی بڑی تعداد کے علماء، دانشور، صوفیاء، اہل قلم اور سیاستدان بلکہ مختلف الجہت لوگوں کے میری دانست میرے علم کی حد تک ایسی کتاب اس سے قبل نہیں آئی''

تقریب کے وقت مشاہیر کی پانچ جلدیں شائع ہو چکی تھیں پھر بعد میں الحمدللہ مزید دو اہم ترین جلدوں کا اضافہ بھی ہو گیا۔ جو اپنے موضوع اور حیثیت کے اعتبار سے پہلی پانچ جلدوں کے مساوی ہے۔ چھٹی جلد عالم اسلام، عالم

مغرب کے علماء' مشاہیر اور دانشوروں کے مکتوبات پر مشتمل ہے اور ساتویں ضخیم جلد اس صدی کے سب سے بڑے جہاد معرکہ افغانستان پر مشتمل ہے۔ جس میں تمام اہم افغان مجاہدین' جہادی رہنماؤں' افغانستان کے علماء' مشائخ کے تفصیلی خطوط' جنگی محاذوں کی رپورٹیں اور دیگر دارالعلوم حقانیہ' حضرت مولانا عبدالحق ؒ اور مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کی مباحث پر مشتمل ہے۔ تو کئی حضرات کا یہ تقاضہ تھا کہ اب چونکہ مشاہیر کی سات جلدیں مکمل ہو کر شائع ہوگئی ہیں تو ایک بڑی تقریب رونمائی لاہور شہر میں بھی منعقد ہونی چاہیے لیکن حضرت مولانا مدظلہ مسلسل ٹالتے رہے لیکن جب اصرار حد سے زیادہ بڑھا تو لاہور میں جمعیت کے دوستوں نے الحمراء ہال میں ایک تاریخی تقریب رونمائی کا انعقاد 23 اپریل 2012 کو منعقد کیا۔ جس میں ملک بھر کے چوٹی کے دانشور' مشاہیر' ادیب' سیاستدان اور شعراء حضرات نے بھرپور شرکت کی اور اپنے اپنے خیالات کا اظہار فرمایا اور اس موقع پر انہوں نے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ اور کتاب مشاہیر کو بھرپور خراج تحسین پیش کیا۔ اس کے بعد کئی احباب کا تقاضا تھا کہ ماہنامہ ''الحق'' بھی مشاہیر اور اس تقریب کے حوالے سے ایک اہم خصوصی شمارہ شائع کرے۔ لہٰذا تعمیل حکم اور عجلت میں یہ ادنیٰ سی کاوش نذر قارئین کی جاتی ہے' گو کہ موجودہ پریشان کن حالات اور ذہنی انتشار اور دہشت و وحشت کے ماحول میں یہ مشاہیر کے شایان شان کاوش نہیں۔ لیکن نہ ہونے سے اس کا جیسا تیسا کر کے شائع ہونا بہتر ہے۔ مشاہیر کے سلسلے میں ملک بھر کے چوٹی کے لکھنے والوں نے اس سے پہلے بھی الحق کے مختلف شماروں میں مشاہیر کے متعلق اپنے خصوصی رشحات قلم بھجوائے تھے جو وقتاً فوقتاً ''الحق'' اور روزنامہ ''اسلام'' و دیگر رسائل و جرائد میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ اگر حالات درست ہوتے اور وقت کی گنجائش ہوتی اور خاطر جمع رہتی تو انہیں بھی دوبارہ اس خصوصی شمارہ میں شامل اشاعت کیا جاتا۔ وماعلینا الا البلاغ

ضروری اطلاع

الحمدللہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ کی نئی ویب سائٹ تکمیل کے آخری مراحل میں ہے اور اس نے گزشتہ دو ماہ سے کام شروع کر دیا ہے۔ ذرائع ابلاغ اور ٹیکنالوجی کے نئے دور میں اسلام کی دعوت اور دارالعلوم حقانیہ کا پیغام عام کرنے کیلئے یہ ایک ضروری شعبہ تھا۔ گو کہ اس کیلئے دس بارہ برس قبل کوششیں شروع ہوگئیں تھیں لیکن شاید قدرت کو اُس وقت یہ منظور نہیں تھا۔ یہ سائٹ انگلش' عربی اور اردو میں بنائی گئی ہے۔ اس کی مزید بہتری کے لئے قارئین سے تجاویز کی بھی درخواست ہے۔ نیز فقہی' شرعی و عائلی مسائل کے لئے بھی دارالعلوم کی اس ویب سائٹ سے رجوع کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح ماہنامہ ''الحق'' اب ویب سائٹ اور فیس بک پر بھی قارئین کو دستیاب ہے۔

www.jamiahaqqania.edu.pk

facebook\Alhaq Akora Khattak

ترتیب وتدوین: جناب ڈاکٹر محمود الحسن عارف
شعبہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ' پنجاب یونیورسٹی لاہور

رودادِ تقریب رونمائی......منفرد کتاب
مشاہیر بنام شیخ الحدیث مولانا عبدالحق ؒ ر مولانا سمیع الحق

منعقدہ الحمراء ہال نمبر ۳......مورخہ ۲۳ راپریل ۲۰۱۲ء

کتابوں کی تالیف وتدوین کا سلسلہ ہزاروں سالوں سے جاری وساری ہے اور شاید زمین پر آخری انسان کی موجودگی تک جاری رہے گا' تاہم کتاب کتاب اور مصنف مصنف میں فرق ہوتا ہے۔ بعض کتابوں کی عمر مہینے دو مہینے' سال' دو سال یا چند سال ہوتی ہے اور بعض کتابیں سدا بہار ہوتی ہیں اور زمانے اور وقت ان پر اثر انداز نہیں ہوسکتے اور ان کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ ''ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما''

حال ہی میں شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق نے مشاہیر بنام...... '' کے عنوان سے جو کتاب مرتب کی ہے اور جس میں انہوں نے قریباً 1512 افراد کے خطوط کا ذخیرہ سات جلدوں میں مرتب کیا ہے۔ یہ کتاب بھی ایسی ہی کتابوں میں شامل ہے۔

دنیا میں مکتوب نگاری کا سلسلہ اس وقت سے چلا آتا ہے جب سے انسان نے نوشت وخواند سیکھی ہے۔ قرآن کریم میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے ملکہ بلقیس کے نام خط کا ذکر ہے۔ جس میں حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکہ بلقیس کو مطیع ہوکر دربار میں حاضری کی ہدایت کی ہے

اسی طرح عظمت اور جلالت کے لحاظ سے وہ خطوط بھی بڑی عظمت اور مقبولیت رکھتے ہیں جو آنحضور ﷺ نے دنیا کے مختلف حکمرانوں' قبائلی سرداروں اور مذہبی عمائدین کے نام تحریر فرمائے۔ ان خطوط کو تمام محدثین' سیرت نگاروں' مورخین اور فقہائے کرام نے جمع کیا ہے اور یہ سلسلہ اب تک جاری وساری ہے۔ ان سب خطوط کو حال ہی میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے الوثائق السیاسہ کے عنوان سے مدون کرکے شائع کردیا ہے۔

آنحضور ﷺ کے علاوہ' خلفائے راشدین' اموی اور عباسی خلفاء' وسط ایشیاء' ایران' افغانستان' ہندوستان اور دوسرے اسلامی ملکوں کے حکمرانوں کے خطوط' کے بیسیوں مجموعے اس وقت مختلف لائبریریوں کی زینت ہیں۔ اور انہیں تاریخی اور علمی دستاویز کے طور پر محفوظ کرلیا گیا ہے۔

اس مجموعہ کے مؤلف شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق ایک علمی اور مذہبی گھرانے کے معزز فرد ہیں۔ آپ کی ولادت ۱۹۳۷ء میں، شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے گھر میں ہوئی اور انہی کی آغوش تربیت میں تربیت پا کر جوان ہوئے۔

۱۹۵۷ء سے آپ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں بطور مدرس وابستہ ہیں۔ جبکہ ۱۹۶۵ء سے ''الحق'' نام سے پاکستان کا معروف ترین اور مقبول ترین رسالہ ''الحق'' چلا رہے ہیں۔ اور اس وقت تک دسیوں وقیع علمی اور تحقیقی کتابیں ان کے قلم سے نکل چکی ہیں۔

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی وفات ۱۹۸۸ء کے بعد دارالعلوم کی تمام ادارتی اور انتظامی معاملات بھی آپ بڑی مستعدی اور جان فشانی سے انجام دے رہے ہیں۔ مجلس شوریٰ اور سینٹ کے رکن کے طور پر اور موجودہ دفاع پاکستان کونسل کی سربراہی سے لے کر متعدد قومی اور ملی اداروں کی سربراہی کا اعزاز رکھتے ہیں۔ تمام مکاتیب فکر کے علماء اور زعماء ان کی قیادت کے پرچم تلے متحد ہو کر پاکستان کی سالمیت، اس کی بقاء اور اس کی آزادی کے لئے مصروف عمل رہے ہیں، اور اس وقت بھی ہیں اور آئندہ بھی یہ کارواں اسی طرح جانب منزل رواں دواں رہے گا۔

مشاہیر بنام......مولانا سمیع الحق کی برسوں کی کاوشوں اور محنت کا نتیجہ ہے۔

اس مجموعہ مکاتیب کے منظر عام پر آنے کے بعد ملکی سطح پر اس کی خوب پذیرائی ہوئی اور زندگی کے تمام شعبوں سے تعلق رکھنے والے افراد نے اس کو بے حد سراہا۔

اس ضمن میں عالمی رابطہ ادب اسلامی پاکستان نے جمعیت طلبائے اسلام پاکستان کے تعاون کے ساتھ الحمراء ہال نمبر ۳ میں مورخہ ۲۳ اپریل ۲۰۱۲ء یکم جمادی الثانیہ ۱۴۳۳ھ بروز سوموار بوقت ۳ بجے سہ پہر اس کی تقریب رونمائی انعقاد پذیر ہوئی۔ جس میں صحافت، تحقیق و تدریس، قانون و انصاف، اور دین و سیاست سے تعلق رکھنے والی پاکستان کی نامور اور مقتدر شخصیات نے شرکت کی۔ میزبانی کے فرائض خاکسار نے انجام دیئے۔ اس روح پرور اور زندگی بخش تقریب کی ابتداء تلاوت قرآن حکیم سے ہوئی۔ حافظ محمد اسامہ حقانی فرزند مولانا عبدالرؤف فاروقی نے تلاوت کی اور قاری عمر فاروق (صدر مدرس آسٹریلیا مسجد لاہور) نے نعت مبارک پیش کی۔

بعد ازاں کانفرنس کے نقیب احقر (محمود الحسن عارف) نے ابتدائی تعارفی کلمات پیش کرتے ہوئے کہا کہ شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق کی شخصیت کے کئی پہلو ہیں اور ہر پہلو ان کی شخصیت کو دوسروں کے لئے جاذب نظر بناتا ہے۔ ان کی شخصیت کا ایک پہلو یہ ہے کہ وہ برسوں پاکستان کے سب سے بڑے دینی تعلیمی ادارے کے وائس چانسلر ہیں اور اس عرصے میں کبھی ان کے مدرسہ میں ہڑتال ہوئی نہ کام بند ہوا۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ ایک کامیاب سیاست دان اور سیاست کار بھی ہیں، جمعیت علماء اسلام (س) کے کئی برس تک جنرل سیکرٹری رہے۔ اور پھر صدر چلے آئے ہیں اور کئی سیاسی اتحادوں، جن میں آئی جے آئی اور ملی یک جہتی کونسل اور موجودہ دفاع پاکستان کونسل شامل ہیں، کے بانی اور

سربراہ رہے ہیں اس کے ساتھ ساتھ آپ ایک بہت اچھے ادیب، دانشور صحافی اور مصنف بھی ہیں اور اس حقیقت سے آپ برسوں سے الحق کے مدیر اعلیٰ اور متعدد کتابوں کے مؤلف بھی ہیں۔

مولانا کی جو کتاب حال ہی میں طبع ہوئی ہے اور جس کی آج تقریب رونمائی ہے یہ کتاب بیسیوں کتابوں کا مجموعہ ہے۔ اس میں شامل ہر شخصیت کے مکتوبات ایک مستقل کتاب کی حیثیت رکھتے ہیں اس طرح گویا یہ پندرہ سو کتابوں کا مجموعہ ہے۔

مشاہیر کے ان شہ پاروں (خطوط) کو جمع کرنے اور ان کو ترتیب دینے میں انہوں نے جو محنت اور کاوش کی ہے وہ بجاطور پر لائق تحسین و آفریں ہے۔ مولانا نے جلد اول کے دیباچے میں لکھا ہے:

"شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ اور احقر ناچیز سمیع الحق کے نام مکاتیب کا یہ ذخیرہ پون صدی سے زیادہ عرصہ کے علمی ادبی سیاسی روحانی شخصیات کے خطوط پر مشتمل ہے جس کا پہلا مجموعہ (مشاہیر بنام شیخ وقت محدث کبیر شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ" کے نام لکھے گئے خطوط پر مشتمل ہے اس کے بعد احقر کے نام مکتوبات ہیں جو حروف تہجی کی ترتیب سے کئی جلدوں میں مرتب ہوئے ہیں۔ ابھی شعور کا آغاز ہی تھا اور پورے طور پر علم و فن کے مبادی سے بھی ناواقف تھا عمر آٹھ نو سال کے لگ بھگ تھی حضرت والد ماجد نور اللہ مرقدہ کی روزانہ کی ذاتی ڈاک میں کتب کیساتھ ساتھ خطوط کی خاصی تعداد بھی ہوتی اور یہ خطوط میرے بچپن کے ذوق وشوق کا پہلے پہل سامان بن گئے بلکہ یوں کہا جاسکتا ہے کہ دوات کی سیاہی کی خوشبو، قلم کی روانی کا نغمہ صریر خامہ کا بانکپن اور رنگ برنگ لفافوں اور خطوط کی چمک دمک گویا میری گھٹی میں شامل ہوگئی تھی۔ اسی لئے میرے بچپن کے زمانے کے کھلونے غالباً پہلے پہل یہی قلم دوات، خطوط، رنگین کارڈ اور ٹکٹ رہے ہوں گے" (ص ۳)

مولانا نے صرف خطوط ہی جمع نہیں کئے بلکہ ان کے لکھنے والوں پر مختصر، مگر جامع سوانحی نوٹ بھی تحریر کئے ہیں۔ یہ نوٹ ان کے خصوصی ذوق وشوق اور ان کی دوستوں اور بزرگوں سے محبت کے عکاس ہیں۔

اجلاس میں بڑی تعداد میں علماء، مشائخ، سیاسی اراکین، صحافی، اساتذہ اور محققین نے شرکت کی۔ مقررین کے علاوہ پیر سیف اللہ خالد، علامہ حافظ محمد طاہر اشرفی، جناب راشد الحق حقانی، ظہیر الدین بابر، جناب رؤف طاہر، پروفیسر امجد علی شاکر، عرفان الحق، مخدوم آصف، اور دوسرے کئی حضرات نے شرکت کی۔ اس کے بعد تقریب میں شریک اہل علم وفضل نے اس کتاب کے متعلق اظہار خیال کیا، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

ڈاکٹر محمد سعید صدیقی: صدر عالمی رابطہ ادب اسلامی پاکستان اور ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی۔

اس مجلس میں اپنی حاضری پر میں منتظمین کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور اس علمی اور فکری ذخیرے کی طباعت پر شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور یہ کہ میرے لئے اس مجلس میں حاضری باعث سعادت ہے۔

ہزار ہا سالوں سے خطوط پیغام رسانی کا ذریعہ رہے ہیں' اور خطوط کی ترسیل اور مکتوب الیہ تک اسے پہنچانے کیلئے کسی زمانے میں کبوتروں کا استعمال بھی ہوتا رہا' اور قرآن کریم میں ہدہد کا نام بھی مذکور ہے۔ مگر عرصہ دراز سے انسان ہی اس کے رسل ورسائل کے لئے استعمال ہورہے ہیں۔

کسی بھی زبان وادب کی تاریخ جب مرتب کی جاتی ہے تو مکتوب نگاری کو بڑی اہمیت حاصل ہوتی ہے' چنانچہ عربی زبان وادب کی تاریخ جب بھی مرتب کی جاتی ہے تو اس میں مکتوب نگاری کو بڑی اہمیت دی جاتی ہے۔ اردو ادب میں بھی غالب کے خطوط وغیرہ کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اور اسی طرح دینی ادب میں نبی اکرم ﷺ کے خطوط کا تذکرہ ملتا ہے' جو آپ نے مختلف حکمرانوں اور قبائلی عمائدین کے نام ارسال فرمائے۔ ان خطوط نے جو انقلاب برپا کیا' وہ انقلاب بھی بڑی اہمیت حاصل ہے۔ آپ کے خط کو جس ہستی نے سینے سے لگایا ان کی جب وفات ہوئی تو حبشہ اور مدینہ منورہ کے درمیان تمام پردے ہٹا دیئے گئے اور آنحضور ﷺ نے بذات خود ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور جس بدبخت نے آپ کے خط کو پارہ پارہ کیا اللہ تعالیٰ نے اس کی سلطنت کو پارہ پارہ کردیا۔ آنحضور ﷺ کی سنت مطہرہ کو دیکھتے ہوئے ہمارے علماء کرام نے بھی مراسلہ نگاری اور مکتوب نگاری کو بطور ایک تعلیم وتربیت کے ایک ذریعہ کے اختیار کیا' حاجی شریف صاحب' مولانا اشرف علی تھانوی کے ایک خلیفہ مجاز فرماتے ہیں کہ میں مولانا تھانویؒ کو خط لکھ کر جس دن ارسال کرتا' مجھے اسی دن یہ معلوم ہو جاتا تھا کہ مولانا تھانویؒ کی طرف سے اس کا جواب کس دن آئے گا۔ چنانچہ کئی برسوں کی خط وکتابت کے دوران مولانا تھانویؒ کی طرف سے جواب کبھی مؤخر نہیں ہوا سوائے ایک خط کے۔ جو ایک دن اس لئے لیٹ ہوا کہ میں تبدیل ہوکر دوسرے اسکول میں چلا گیا تھا۔

مولانا سمیع الحق کے مرتبہ ان خطوط میں مجھے اہم ترین خطوط نظر آئے وہ ۱۳۶۶ھ۔ ۱۹۴۶ء اور ۱۹۴۵ء کے ہیں اور جو قریب ترین خطوط ہیں۔ وہ ۲۰۰۸ء اور ۲۰۰۹ء کے ہیں' اور یہ واقعتہً پون صدی کی ایک تاریخ ہے' جسے آپ سیاسی اور مذہبی تاریخ بھی کہہ سکتے اور اسے پاکستانی ادب کا اور تعلیم وتربیت کا ایک ذریعہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ پھر ہر کتاب میں لکھنے والا چونکہ ایک ہی ہوتا ہے' اسی لئے آپ کو پوری کتاب میں ایک ہی اسلوب ملے گا۔ مگر اس کتاب میں پون صدی کی تاریخ مختلف لکھنے والوں کے ذریعے ملتی ہے۔ اور مختلف انداز ہائے تحریر کی صورت میں بقول شاعر...... ع ہر گلے را رنگ وبوئے دیگر است

مولانا سمیع الحق نے کتاب کے دیباچے میں لکھا ہے کہ انہیں بچپن ہی سے ٹکٹیں اور ماچسیں جمع کرنے کی بجائے خطوط جمع کرنے کا شوق تھا۔ یہ واقعہ آج کی نسل کو بتانے کی ضرورت ہے کہ واقعتاً انسان شوق اس طرح کے بھی رکھ سکتا ہے۔ اور بچپن میں ہی رکھ سکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ علم وادب کی بہت بڑی خدمت اور لوگوں کی تربیت کا بہت بڑا سامان ہے' جس کی پاکستان کے معاشرے میں کوئی اور مثال موجود نہیں۔

مولانا عبدالقیوم حقانی: (معروف صحافی، عالم دین اور ۱۰۰ سے زیادہ کتابوں کے مؤلف)

مشاہیر بنام شیخ الحدیث مولانا عبدالحق ؒ اور مشاہیر بنام مولانا سمیع الحق سات جلدوں میں چھپ کر منظر عام پر آ گئی ہے۔ غالب نے کہا تھا: ؎ چند تصویر بتاں چند حسینوں کے خطوط بعد مرنے کے مرے گھر سے یہ ساماں نکلا

مولانا سمیع الحق نے جو میرے استاذ، میرے محسن، مرے مربی اور میرے شیخ ہیں، اس میں ترمیم کردی ہے:

؎ چند اوراق بتاں چند بزرگوں کے خطوط بعد مرنے کے مرے گھر سے یہ ساماں نکلا

مولانا سمیع الحق کی عمر ابھی محض نو برس تھی اس وقت ان کے والد محترم کے پاس جو خطوط آتے وہ انہیں ایک تھیلے میں محفوظ رکھتے تھے۔ مولانا اس تھیلے تک پہنچتے...... اس میں سے خطوط نکالتے...... انہیں اپنی کاپی پر نقل کرتے، میں نے خود چھوٹے چھوٹے کاغذوں کے ٹکڑے دیکھے ہیں، جن پر کبھی مولانا مدنی کا نام ہوتا، کبھی مولانا اعزاز علی دیوبندی کا اور کبھی مولانا عبدالسمیع کا۔ اس طرح انہوں نے جو مجموعہ تیار کیا، جو سات جلدوں پر مشتمل ہے۔ یہ اپنے موضوع کے لحاظ سے دنیا میں اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہے۔

شیخ الاسلام مولانا تقی عثمانی، دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے۔ وہاں دورۂ حدیث کے پندرہ سو طالب علموں سمیت کوئی چار ہزار علماء وطلباء کا مجمع تھا اور تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ مولانا نے اس مجمع میں گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ عربی، اردو، فارسی اور انگریزی میں انہوں نے خطوط کی صدہا کتب مطالعہ کی ہیں اور یہ ان کے ذوق کی چیز ہے۔ مگر انہوں نے اس طرح کی کوئی کتاب ملاحظہ نہیں کی گویا میں خطوط کے انسائیکلو پیڈیا کی زیارت کر رہا ہوں، اور اس میں مولانا تقی عثمانی کے بھی نوے خطوط ہیں۔

خطوط کے اس مجموعہ میں ڈیڑھ ہزار مشاہیر کے خطوط ہیں، جن میں ادباء، شعراء، مصنفین، علماء، مشائخ، سیاست دان، اساتذہ اور حکمران بھی لوگ شامل ہیں بلکہ ایک تبصرہ نگار نے تو یہاں تک لکھا تھا کہ مولانا سمیع الحق کے ذوق کی داد دیجئے کہ ان کے ہاں خط بھیجنے کا لفافہ پتہ اور اس کا رسم الخط بھی محفوظ ہے۔

اس طرح تقریباً پانچ ہزار سے زائد خطوط بحمد للہ مرتب ہوگئے ہیں۔ پھر مولانا سمیع الحق صاحب نے ہر مکتوب نگار کا حواشی میں مختصر تعارف کروایا ہے۔ آپ نے شورش کاشمیری کے لکھے ہوئے خاکے پڑھے ہونگے، مگر جب آپ مولانا سمیع الحق کے خاکے پڑھیں گے تو آپ کو ان میں شورش کاشمیری بھی ملے گا اور مولانا سید سلیمان ندوی سے بھی ملاقات ہوجائے گی۔ مثال کے طور پر انہوں نے ...... پاکستان کے سابق ڈکٹیٹر پرویز مشرف کا تعارف کرواتے ہوئے لکھا ہے کہ ''ننگ دین، ننگ ملت اور ننگ وطن'' اور پرویز مشرف کا اس سے بہتر تعارف ممکن ہی نہیں۔

میں مناسب سمجھتا ہوں کہ ساتویں جلد کا کچھ تعارف کرواؤں، اس جلد میں افغانستان کے علماء، مشائخ اور مجاہدین کا ذکر ہے، مثلاً حکمت یار گلبدین، محمد نبی محمدی، جلال الدین حقانی، مولوی یونس خالص، مولانا منصور نے اس

جلد کو اتنا جامع پایا ہے کہ افغانستان کی موجودہ تحریک میں کوئی مجاہد، سیاست دان اور زعیم ایسا نہیں کہ جس کے خطوط اس جلد میں موجود نہ ہوں۔ مولانا محمد عمر کے خطوط بھی موجود ہیں اور آدھی کتاب طالبان کے خطوط پر مشتمل ہے۔

لطف کی بات یہ ہے کہ جب افغانستان میں تبدیلی آئی اور امریکہ اور اس کے حواریوں نے وہاں آسمان سے لوگوں پر آگ برسانا شروع کی...... جس کے نتیجے میں یہاں لوگوں نے پگڑیاں پھینک دیں اور اپنا قبلہ اور رُخ بدل لیا۔ اس دور میں بھی مولانا سمیع الحق نے مغرب کے خلاف آواز بلند کی اور انہوں نے ''اسلام اور دہشت گردی'' کے عنوان سے اپنے وہ تمام انٹرویو جمع کئے اور برملا طالبان کی حمایت کرتے رہے۔

جن کو ترتیب دینے کی سعادت مجھے حاصل ہوئی، ان انٹرویوز میں مولانا نے مغرب کو کھلے لفظوں میں یہ بتلایا کہ طالب علم ہماری اولاد ہیں، جہاد ہماری روح ہے اور جب تک کائنات میں اسلام اور مسلمان ہیں، جہاد باقی رہے گا۔ اور جب تک دنیا میں کوئی کلمہ گو باقی ہے وہ جہاد کا جھنڈا اٹھائے گا۔ اور جب اس کتاب کی اشاعت کا مرحلہ آیا تو بہت سے جغادری قسم کے علماء مولانا کے پاس آئے اور کہا کہ آپ یہ کیا کررہے ہیں؟ یہ تو آپ گویا یہ کہہ رہے ہیں کہ آ بیل مجھے مار...... اس میں آپ نے اسامہ بن لادن، ملا عمر، طالبان زعماء اور مجاہدوں کا ذکر کیا ہے اور پھر جہاد کا ذکر ہے۔ آپ طالبان کی بات بیلجیئم، لندن اور دوسرے مغربی ممالک میں کررہے ہیں۔ اس زمانے میں سینیٹرز حضرات کا ایک وفد خارجہ کمیٹی کے چیئرمین مشاهد حسین سید کی سربراہی میں مغربی ممالک کے دورے پر گیا۔ جس کے بارے میں وہاں بڑا پروپیگنڈہ ہوا کہ طالبان آرہے ہیں، بظاہر انہیں بڑا پروٹوکول ملا۔ مگر حقیقت میں وہ یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ فادر آف طالبان کیسا ہے؟ چنانچہ مولانا کی قد آدم تصاویر چھاپی گئیں۔ ناخن تک دکھائے گئے کہ طالبان کے ناخن ایسے ہوتے ہیں۔ اس کے باوجود انہوں نے مشن نہیں چھوڑا۔ ان پر برطانیہ میں داخلے پر پابندی لگائی گئی، مولانا کو ڈرایا گیا کہ دارالعلوم حقانیہ تباہ ہوجائے گا اور اس پر ضرور حملہ ہوگا، لیکن مولانا نے فرمایا: جہاد دارالعلوم حقانیہ کا مشن ہے، جہاد اسلام کی پہچان اور محمد عربی کی وراثت ہے۔ اس لئے جہاد، طالبان اور ملا محمد عمر کا ذکر یہاں ہوتا رہے گا اور نظام خلافت راشدہ کی دعوت دی جاتی رہے گی۔

ے ناصح میں تو سمجھتا ہوں لیکن یہ دل   تری باتوں کو تو چٹکی میں اڑا دیتا ہے۔

دوسری طرف مولانا کی متنوع مصروفیات کا یہ عالم ہے کہ دارالعلوم حقانیہ میں دورہ حدیث کے پندرہ سو کو پڑھاتے ہیں اور کل پانچ ہزار طلبہ ہیں۔ یہ طلبہ وہ ہیں کہ جو صوبہ سرحد اور پاکستان کے مختلف حصوں سے تعلیم حاصل کرنے آئے ہیں اور جہادی جذبہ رکھتے ہیں اور طالبان میں اسی فیصد طلبہ کا اسی درسگاہ سے تعلق ہے، پھر مولانا کو روزانہ بخاری شریف پڑھانا ہوتا ہے، ان کی اپنی سیاسی جماعت ہے، جس کا مخصوص نصب العین ہے، اور متحدہ دفاع پاکستان کونسل کی مصروفیات اور سرگرمیاں بھی ہیں۔ ماہنامہ الحق کو پورا دیکھتے ہیں اور ترتیب دیتے ہیں۔ پھر آپ خطوط جمع کرتے ہیں ان کو کمپوز بھی

کراتے ہیں، اور ان پر حواشی بھی لکھتے ہیں اس سے بڑھ کر تعجب کی اور کیا بات ہوگی؟

مولانا عبدالرؤف فاروقی (جنرل سیکرٹری جمعیت علماء اسلام، معروف عالم دین)

خطوط اور مکاتیب کا سلسلہ انسانی تاریخ کے ساتھ ہمیشہ سے وابستہ رہا ہے۔ اظہار مافی الضمیر اور اپنے جذبات کے اظہار کا یہ سب سے بہترین طریقہ رہا ہے۔ پھر یہ بات بھی آپ سب حضرات کو معلوم ہے کہ کسی زمانے میں کبوتروں کے ذریعے پیغام رسانی ہوتی تھی، اور قرآن کریم میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے خط ہدہد کے ذریعے بھجوانے کا ذکر ہے۔ اور اس خط کی اہمیت کے پیش نظر قرآن کریم میں اسے محفوظ کر دیا گیا ہے۔ یہ خط ان الفاظ میں مذکور ہے:

اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ

(یہ خط سلیمان کی طرف سے ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے...... یہ کہ تم مرے خلاف سرکشی نہ کرو اور فرماں بردار ہو کر میرے پاس چلے آؤ...... اور اس پر ملکہ بلقیس نے جو تبصرہ کیا وہ یہ تھا کہ

يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّيْۤ اُلْقِيَ اِلَيَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌ (النحل)

(سرداروں میری طرف ایک معزز خط ڈالا گیا ہے) اس حوالے سے اہم بات یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جو خط تحریر کیا، اسے بھی اور ملکہ بلقیس کے اس پر تبصرہ...... دونوں کو قرآن حکیم میں محفوظ کر دیا گیا ہے، پھر اسلامی تاریخ میں مکتوبات کا ایک عظیم سلسلہ ہے، ان میں مشائخ عظام کے ایسے مکتوبات ہیں، جو اپنے متوسلین اور سالکین کے لئے ہیں، اس فہرست میں حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوبات، مکتوبات امام ربانی ہیں، اسی طرح مولانا ابوالکلام کی ''غبار خاطر'' ایسے مکتوبات ہیں، جو انہوں نے قلعہ احمد آباد میں سحری کے وقت تحریر کئے۔ یہ خطوط ایک ایسی شخصیت کو لکھے گئے، جو انہیں بے حد محبوب تھی۔ ان خطوط میں مولانا سمیع الحق نے تاریخ کا علم وادب جمع کر دیا ہے، اگر آپ انہیں دیکھیں تو آپ دیکھیں گے کہ یہ علم وادب کی ایک وسیع دنیا اور ایک سمندر ہے، جسے مولانا نے غبار خاطر میں جمع کر دیا ہے، پھر تاریخ میں بہت سی سیاسی مکاتیب کا تذکرہ بھی ملتا ہے۔ جیسے کہ شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کے خطوط ہیں، جن کی اپنی اہمیت اور اپنی مخصوص حیثیت ہے، یہ خطوط، سیاسی، تدبر، حکمت عملی اور جہاد کے اس جذبے پر مشتمل ہیں، جو اس زمانے برطانوی سامراج کے خلاف تھا، اور اب امریکی سامراج کے خلاف ہے۔

یہاں مجھے مولانا سمیع الحق کی شخصیت کا بحیثیت امیر جمعیت علماء اسلام اور بحیثیت امیر دفاع پاکستان کونسل کے احاطہ مقصود نہیں، ان کے خطوط کے حوالے سے گفتگو مقصود ہے۔ دراصل قلم، تلوار اور زبان...... ان تینوں کی بڑی اہمیت ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے برائی کو روکنے کے لئے علی الترتیب ہاتھ، زبان کے استعمال کا حکم دیا ہے اور آخر میں برائی کو دل میں برا سمجھنے کی ہدایت کی ہے۔ لیکن زبان، قلم اور تلوار کا استعمال اور قلم کو اس طرح تلوار بنالینا کہ دشمن کے سینے میں اس طرح پیوست ہو جائے کہ اسے نکالا بھی نہ جاسکے۔ ایک فن ہے بلکہ یہ ایک جذبہ ہے اور حریت اور فلسفہ جہاد ہے،

جو مولانا نے اپنے اکابر سے لیا ہے۔ مولانا نے ان مکتوبات کو سات جلدوں میں مدون کیا ہے۔ ان میں سے پہلی جلد بنام مولانا عبدالحق ہے، مولانا عبدالحق، دارالعلوم حقانیہ کے بانی دارالعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل اور پھر وہاں کے ممتاز مدرس اور پارلیمنٹ کے رکن تھے، اور پارلیمنٹ بھی، ایک سول جابر شخص، ذوالفقار علی بھٹو کی...... مولانا عبدالحقؒ نے اس آمر مطلق کے خلاف آواز اٹھائی...... یہ بڑی جرأت اور ہمت کی بات ہے۔

جناب ذوالفقار علی بھٹو کے زمانے میں سقوط ڈھاکہ ہوا۔ اور اہل علم اس واقع کو یقیناً جانتے ہوں گے۔ جماعت اسلامی کے ایک لیڈر ڈاکٹر نذیر احمد نے پارلیمنٹ میں بھٹو کے سامنے کھڑے ہو کر کہا تھا کہ جناب بھٹو صاحب ایک وقت آئے گا جب ہو سکتا ہے کہ آپ ہوں اور نہ میں ہوں گا اس وقت مورخ سقوط ڈھاکہ کی تاریخ لکھے گا، لیکن کیوں نہ میں مؤرخ بن جاؤں...... اور آپ کے سامنے وہ تاریخ بیان کروں جو آئندہ کا مورخ لکھے گا، چنانچہ انہوں نے کہا کہ میں ایک مؤرخ کے طور پر یہ کہنا چاہتا ہوں کہ سقوط ڈھاکہ کے ذمہ دار جناب ذوالفقار علی بھٹو آپ ہیں، اور پھر دنیا نے دیکھا کہ بھٹو نے اس کی آواز کو خاموش کرا دیا۔ اور ڈاکٹر نذیر احمد کو دن دہاڑے شہید کر دیا۔ مولانا عبدالحق نے اسی جابر کے سامنے کلمہ حق کہا اور ارشاد نبویؐ کی تعمیل کی کہ **افضل الجهاد كلمة حق عند سلطان جابر** (سب سے اچھا جہاد سلطان جابر کے سامنے کلمہ حق کہنا ہے) اور مولانا کی آواز اس سلطان جابر کے سامنے گونجتی رہی۔ اور انہوں نے پورے پاکستان میں نفاذ شریعت کا مطالبہ کیا۔ چنانچہ اس مجموعے کی پہلی جلد انہی کے نام ہے۔ جبکہ باقی چھ جلدیں مولانا سمیع الحق کے نام آنے والے خطوط پر مشتمل ہیں۔ حقیقت میں یہ خطوط اردو ادب کا شاہکار ہیں۔

پھر کہا گیا کہ یہ خطوط پون صدی کے ہیں، دراصل پون صدی کے تو یہ خطوط ہیں، مگر ان خطوط میں ان بزرگوں نے جو علم و ادب دیا ہے وہ صرف پون صدی کے نہیں، وہ پوری علمی تاریخ کا ورثہ ہے۔ اس طرح ایک اعتبار سے یہ خطوط پوری اسلامی تاریخ کا مظہر ہیں۔ میں اس کی ترتیب و تدوین پر مولانا سمیع الحق کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور اس کی بناء پر مولانا ان شاء اللہ تا قیامت زندہ رہیں گے۔

ارشاد احمد عارف (معروف ادیب، دانشور، جنگ کے کالم نویس)

میرے لئے اس محفل میں حاضری بہت بڑی سعادت ہے۔ ایک ایسی مجلس جس میں زعمائے سیاست بھی ہیں، خطیب بھی ہیں، صحافی اور دانشور بھی۔ جہاں تک کتاب کا تعلق ہے یہ کتاب سات جلدوں پر مشتمل ہے۔ مجھے چار دن قبل یہ کتاب ملی...... اور میرے لئے پوری کتاب کو پڑھنا ممکن نہ تھا البتہ میں پہلی اور آخری جلد پر کچھ عرض کرنا چاہوں گا۔

جیسا کہ اہل علم یہاں بیان کر رہے ہیں کہ مجموعہ ایک تاریخ ہے، اس میں علم و ادب بھی ہے، تجربات ہیں، اور کچھ سوالات ہیں اور بہت سی تاریخی چیزیں بھی ہیں، جس سے اس دور کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے، علمی مسائل بھی ہیں اور

سیاسی حالات کا تجزیہ بھی ہے، مجھے اس میں دو چیزیں پڑھ کر بیحد حیرت بھی ہوئی اور ایک خوشگوار تاثر بھی ہوا۔ ان میں سے پہلی بات جناب برہان الدین ربانی سے مولانا سمیع الحق کی ملاقات کا ذکر ہے۔ جو تہران میں ہوئی...... یہ وہ ملاقات ہے جس سے اگلے ہی دن جناب برہان الدین ربانی ایک حادثے کا شکار ہو کر جان بحق ہو گئے۔

اس ملاقات کی خاص بات یہ ہے کہ جناب برہان الدین ربانی کی حکومت کو طالبان نے ختم کیا تھا جس کی بناء پر ربانی نے امریکی حملے کی حمایت کی اور کٹھ پتلی حکمران کرزئی کا ساتھ دیا تھا۔ وہ اس کونسل کے سربراہ بھی تھے، جو قیام امن کے لئے معرض وجود میں آئی تھی، لہٰذا طالبان مخالفت یا طالبان دشمنی ربانی صاحب کے ہمیشہ پیش نظر رہی ہے، لیکن اس ملاقات میں ربانی صاحب مولانا صاحب سے کہتے ہیں کہ طالبان ہمارا سرمایہ ہیں اور میں یہ چاہتا ہوں کہ یہ سرمایہ ضائع نہ ہو۔ اب ایسے شخص کا یہ تاثر جو طالبان کا مخالف اور کرزئی حکومت کا حامی ہے اور جس کی حکومت بھی طالبان نے ختم کی تھی، بڑا عجیب ہے جبکہ ہم لوگ یہاں بیٹھ کر طالبان کو دہشت گرد قرار دیتے ہیں۔ اور یہ سمجھتے ہیں کہ افغانستان پر جو آفت آئی وہ طالبان کی بناء پر آئی اور امریکہ کی واپسی میں طالبان ہی سب سے بڑی رکاوٹ ہیں جبکہ برہان الدین ربانی کا تاثر یہ ہے کہ وہ افغان طالبان کو ایک سرمایہ سمجھتے تھے، اور وہ کہتے تھے کہ وہ کرزئی کو بار بار یہ سمجھانے کی کوشش کررہے ہیں کہ وہ اس قوت کو ضائع نہ ہونے دے۔ اور ان کی مخالفت چھوڑ دے اور ان سے مذاکرات کرے، تاکہ افغانستان میں امن بحال ہو سکے۔

اور دوسری بات...... مولانا سمیع الحق کا ملا عمر کے نام خط ہے، جو کہ اس وقت لکھا گیا جب افغانستان پر طالبان کی حکومت تھی اور آپ حضرات جانتے ہیں کہ طالبان نے افغانستان پر حکومت قائم کرنے کے بعد ایسے تمام جہادیوں کے خلاف بغاوت کردی تھی جنہوں نے ملا عمر کی بیعت نہ کی تھی۔ اور انہوں نے افغانستان سے ان کی حکومت کو ختم کر دیا تھا۔ اور انہیں اس وقت تک واجب القتل قرار دیا تھا جب تک وہ ملا عمر کی بیعت نہ کریں، اور دوسری طرف مولانا سمیع الحق کی عام شہرت یہ ہے کہ وہ طالبان کے حامی ہیں، اور وہ ملا عمر کے استاد اور ان کے موقف کے حامی ہیں اور وہ دوسرے جہادیوں کے خلاف ہیں، لیکن اس خط میں مولانا ملا عمر کو بہت سے مشورے دیتے ہیں، جن میں سے ایک مشورہ یہ ہے کہ آپ کا اپنے حالات کا جو بھی تجزیہ ہو، لیکن افغانستان میں قیام امن اور افغانستان کے عوام کی بہتری کے لئے یہ ضروری ہے، کہ آپ دوسرے جہادی گروہوں سے صلح کرلیں، اور انہیں اپنے ساتھ ملائیں اور ان سے تعاون حاصل کریں، اس لئے کہ اس کے بغیر نہ تو افغانستان میں آپ کی حکومت قائم رہ سکتی ہے اور نہ ہی حالات میں استحکام آسکتا ہے۔

مولانا نے یہ مشورہ اس وقت دیا جب پاکستان کے تمام لوگ اور تمام دائیں بازو سے تعلق رکھنے والی تمام جماعتیں بشمول حکومت پاکستان یہ سمجھتے تھے کہ افغانستان میں طالبان کی حکومت ہے اور باقی تمام لوگوں کو انکے ساتھ تعاون کرنا چاہیے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ افغانستان میں مولانا کا کردار ہمہ گیر رہا ہے اور انکا تعلق کسی ایک گروہ یا جماعت سے

نہیں، بلکہ افغانستان کے معاملات میں تمام مجاہدین کو ساتھ لیا ہے، اور اس کتاب کی طباعت سے یہ بات ثابت ہوتی کہ مولانا کا موقف صحیح تھا اس کے ساتھ ہی میں اس کتاب کی اشاعت پر مولانا سمیع الحق کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

ڈاکٹر محمد اجمل خان نیازی (معروف صحافی، دانشور اور استاد)

میں ایک خواب دیکھنے والا آدمی ہوں، مرے خواب ٹوٹ پھوٹ گئے اور کیوں ٹوٹ پھوٹ گئے کیونکہ میرے خوابوں کو تعبیریں تلاش کرنا پڑتی ہیں اور ہم لوگ تعبیروں کے پیچھے بھاگتے ہیں مگر میری تعبیریں میرے خوابوں کو تلاش کرتی ہیں، مجھے سمجھ میں نہیں آتا کہ میں اس کی کیا توجیہ کروں۔

جہاں تک اس مجموعہ خطوط کا تعلق ہے، تو حقیقت یہ ہے کہ ٹیلی ویژن اور انٹرنیٹ کے زمانے میں بھی خطوط زندہ ہیں، مگر اب موبائل اور ایس ایم ایس کا زمانہ آ گیا ہے، اور ہم جب خط لکھتے اور خط پڑھتے تھے، تو اس سے محظوظ ہوتے تھے، مگر اب موبائل اور ایس ایم ایس نے ہم سے خط کا مزہ چھین لیا ہے۔

مولانا نے یہ جو سات جلدیں خطوط کی ترتیب دی ہیں، یہ اتنی بڑی ہیں کہ ان کو چار دنوں میں پڑھنا بے حد مشکل تھا، ان میں سے کوئی ایک جلد اگر کسی امریکی کو ماری جائے تو اس کی جان نکل جائے۔ مجھے کئی لوگ مذاق میں طالبان کہہ دیتے ہیں مگر میں ان سے کہتا ہوں کہ میں تو طالبان سے بھی پہلے کا طالبان ہوں۔ مولانا کی ان کتابوں میں ایک بات جو مجھے پسند آئی یہ ہے کہ ایک عالم دین جب تک مرد مجاہد نہیں بنتا، اسوقت اس کی بات میں لطف نہیں پیدا ہوسکتا۔ شاید علامہ اقبال کا یہ شعر مولانا نے سن رکھا ہے۔ "مجاہد کی اذاں اور ہے ملا کی اذاں اور"

بہر حال میں یہ سمجھتا ہوں کہ جب تک جہاد کی اصل روح سامنے نہیں لائی جاتی، اس وقت تک بات نہیں بن سکتی اور میں یہ بات اکثر کہتا ہوں کہ عشق رسول سے بڑا ایٹم بم دنیا میں بنا ہی نہیں۔ یہ علماء صوفی بھی تھے، اور مرد مجاہد بھی تھے اور جب ہمارے مولوی حضرات عشق سے ڈرنا چھوڑ دیں گے تو میرا خیال ہے کہ بات بن جائیگی (کیونکہ صاحب عشق ہونا ہی صاحب کردار ہونا ہے کیونکہ ہماری قومیں بے عشق کی صورتحال میں ماری گئیں۔

میں یہ سمجھتا ہوں کہ جب تک یہ لوگ موجود ہیں کوئی ان پر حاوی نہیں ہوسکتا، اور افغانستان ایک سپر پاور کا قبرستان بنا تھا۔ اب یہ دوسری سپر طاقت کا قبرستان بننے جارہا ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ امریکہ دنیا میں کسی سے نہیں ڈرتا وہ صرف مسلمانوں کی قوت عشق سے ڈرتا ہے اور صرف عشق رسول کی قوت وطاقت سے ڈرتا ہے، اس نے ہمیشہ عشق رسول کو متنازعہ بنانے کی کوشش کی ہے۔

علامہ اقبال کی ایک نظم میں شیطان کے اپنے چیلوں سے خطاب کا ذکر ہے...... اس وقت شیطان بزرگ امریکہ ہے وہ اپنے چیلوں یعنی نیٹو افواج سے خطاب کر کے کہتا ہے۔

وہ فاقہ کش موت سے ڈرتا نہیں ذرا　　روح محمد اس کے بدن سے نکال دو

لہٰذا عشق رسولؐ اگر مسلمانوں کے دل سے نکل گیا تو پیچھے کچھ نہیں بچے گا۔ میں نے حافظ سعید پر ایک کالم لکھا تھا جس میں انہیں مبارکباد دی تھی کہ ان پر ایک کروڑ ڈالر کا انعام مقرر گیا ہے۔ امریکہ کیسا سازشی ملک ہے۔ وہ ایک ایسے شخص کے لئے انعام مقرر کرتا ہے جو سب کے سامنے بیٹھا ہے' دراصل امریکہ ہر طرح سے مسلمانوں کو ذلیل کرنے کی کوشش کرتا ہے' ان خطوط سے بھی جو میں پڑھ سکا ہوں یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ ہمارے جتنے حکام ہیں' وہ اور تمام کے تمام امریکہ کے حمایتی اور عوام اس کے مخالف ہیں' اسلئے جب تک ان حکام سے جان نہیں چھڑائی جاتی۔ اس وقت تک کام نہیں بنے گا۔

امریکی وزیر خارجہ رمز فیلڈ جس کا منہ کتے جیسا تھا اس نے ایک بات کہی تھی کہ ہم لوگ حکومتوں اور فوج سے ڈرتے ہیں اور نہ اسلحہ سے بلکہ ہم لوگ صرف ایسے لوگوں سے ڈرتے ہیں جن کے پاس عشق رسول ہوتا ہے۔ اور جن کے پاس فوج نہ ہو ہم ان سے ڈرتے ہیں' چنانچہ آپ نے دیکھا کہ اسرائیل کے ہاتھ پر عربوں نے بیعت کر رکھی ہے' بیروت کے حسن نصر اللہ جس کے پاس کوئی فوج نہیں ہے اس نے اسرائیل کے دانت کھٹے کئے اور اسے اپنے ملک واپس جانے پر مجبور کر دیا۔

اور میں یہ بات بھی دعوے سے کہتا ہوں کہ وہ مجاہد جس کی رمز فیلڈ نے بات کی ہے اس سے مجھے شہید کربلا کی یاد آتی ہے کہ ان کے پاس نہ تو کوئی فوج تھی اور نہ ہی حکومت تھی۔ مگر انہوں نے یزید کی فوج کے دانت کھٹے کر دیئے۔ اور ہمارے پاس جب تک مولانا سمیع الحق صاحب جیسے لوگ موجود ہیں' اس وقت تک ہمیں امریکہ سے ڈرنے اور گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ اب پاکستانی فوج میں بھی جذبہ جہاد کو ختم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ مگر جب تک ایک مسلمان بھی زندہ ہے' اسے ختم نہیں کیا جاسکتا۔

مجھے یہ خطوط بہت اچھے لگے اور ان میں جو جذبہ پیش کیا گیا ہے' وہ یقیناً قابل رشک ہے اور علماء کو چاہیے کو وہ ایسا انداز اپنائیں کہ لوگ ان سے ڈرنے کے بجائے ان سے پیار کریں آخر آنحضورﷺ نے بھی فرمایا تھا کہ مجھ سے ڈرو نہیں' کیونکہ میں ایسی ماں کا بیٹا ہوں جو خشک گوشت کھاتی تھی' اور ہمیں بھی اس کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔

جناب قیوم نظامی: معروف ادیب' صحافی اور دانشور

میرا کتاب کے ساتھ رشتہ بہت پرانا ہے' میرا بچپن' میرا لڑکپن' میرا عہد جوانی اور اب یہ بڑھاپا۔ کتابوں کے ماحول میں بسر ہوا ہے' میرے والد محترم عبدالحمید نظامی اردو بازار لاہور میں ایک پبلشرز تھے اور اسلامی پبلشنگ کمپنی کے مالک تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی میں ہزار سے زیادہ کتب شائع کیں۔ جن میں ہر طرح کی کتب شامل تھی' ان میں مذہبی کتب بھی تھیں اور دوسری قسم کی کتب بھی تھیں' اس لئے مرا کتابوں سے رشتہ بہت پرانا ہے۔ اس کے علاوہ میں چند برسوں سے تحقیقی کتب بھی شائع کر رہا ہوں۔ اور میں نے چند تحقیقی کتابیں بھی لکھی ہیں جو عوام میں بے حد مقبول ہیں' ان میں سے ایک جرنیل اور سیاست دان عوام کی عدالت میں ہے' دوسری قائداعظم بحیثیت گورنر جنرل' تیسری کا عنوان ہے

زندہ اقبال۔ موخر الذکر کی مقبولیت کا اندازہ اس سے لگا سکتے ہیں کہ میں نے جب اس کتاب کا ایک نسخہ امیر جماعت اسلامی سید منور حسن کی خدمت میں پیش کیا تو انہوں نے اس کتاب کے ایک سو نسخے طلب کئے تاکہ انہیں اپنی لائبریریوں میں رکھوا سکیں۔

یہاں یہ بات میں نے اس لئے ذکر کی ہے کہ جب میں علامہ اقبال پر کام کر رہا تھا تو اس وقت یہ بات میرے سامنے آئی کہ علامہ اقبال نے قائداعظم کو جو خطوط لکھے وہ محفوظ ہیں اور تاریخی ریکارڈ کا حصہ ہیں، مگر قائداعظم کے علامہ اقبال کے نام پر جو خطوط تھے وہ محفوظ نہیں۔ اسی طرح میں آرکائیوز (معروضی دستاویزات) کے محکمہ میں گیا اور میں نے ان سے کہا کہ مجھے وہ کاغذات دکھائیں جن پر قائداعظم نے بحیثیت گورنر جنرل دستخط کئے ہیں تو میری حیرانی کی انتہا نہ رہی جب انہوں نے مجھے بتایا کہ وہ تو محفوظ نہیں ہے۔ اس لئے کہ تاریخ کو اس طرح ضائع کیا گیا ہے۔ ان حالات میں میں مولانا سمیع الحق کو خراج تحسین ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے یہ کتاب شائع کر کے یہ تمام تاریخی ریکارڈ محفوظ کر دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان خطوط کی بے حد اہمیت ہے اور شاید ہم اس سے پوری طرح واقف نہ ہوں لیکن جو آنے والا مورخ ہے، کتابیں اس کی رہنمائی بھی کریں گی اور اس کی معاونت بھی کریں گی۔ خواہ وہ معاملہ شرعی ہو یا ادبی اور علمی، اس کتاب میں جہاد افغانستان، ختم نبوت، سیاسی کانفرنسوں، مختلف سیاسی و مذہبی تحریکوں کے بارے میں بہت کچھ ملے گا۔ پھر ۱۹۷۳ء کے آئین کے بارے میں مولانا کا جو کردار ہے وہ اس میں نظر آئے گا اور مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کی رائے کے مقابلے میں جو دوسری رائے ہے وہ بھی اس کتاب میں آپ کو نظر آئے گی، اسی طرح عورت کی حکمرانی کے خلاف جو جدوجہد ہوئی اس کتاب میں اس کا بھی ذکر ملے گا۔

مجھے اس ملاقات کا حال پڑھ کر بے حد خوشی ہوئی۔ جو مولانا سمیع الحق نے محترمہ بے نظیر بھٹو شہید سے کی۔ مگر مجھے اس مجموعہ میں تشنگی محسوس ہوئی وہ یہ کہ اس میں خواتین کے خطوط بہت کم ہیں، حالانکہ ان کی آبادی ہمارے ملک میں دوگنی ہے۔ آئندہ ایڈیشن میں اس کی تلافی کی کوشش کی جائے۔

میں اس مجموعہ کے پڑھنے سے بڑا حیران ہوا ہوں کہ میرے تو یہ تصور میں بھی نہ تھا کہ مولانا کی اتنی قد آور شخصیت ہے کہ مولانا کو اندرون ملک اور بیرون ملک سے بھی لوگ خط لکھتے رہے ہیں وہ جو غالب نے کہا تھا ہم تو خط لکھیں گے اگرچہ مطلب کچھ نہ ہو۔ ہم تو عاشق ہیں، تمہارے نام کے لیکن ان میں خطوط عشق بھی ہیں اور یہ خط ایک عاشق کے نام لکھے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔ اور ان خطوط کے مطالب بھی ہیں، معانی بھی اور مفاہیم بھی۔ کوئی نہ کوئی عشق یا مسئلہ تھا جس کی بناء یہ خطوط لکھے گئے۔

اس میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے ہی چالیس کے قریب خطوط ہیں۔ ان میں سے میں ایک خط آپ کے سامنے پیش کرنا چاہوں گا، وہ اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں۔

آدمی قرآن وحدیث کے پڑھنے بلکہ سمجھنے سے بھی آدمی نہیں بنتا بلکہ ان پر عمل سے بنتا ہے' یہ بات غور کرنے کے قابل ہے اور مفکر اسلام علامہ اقبال نے بھی کہا تھا۔

عمل سے زندگی بنتی ہے' جنت بھی جہنم بھی یہ خاکی اپنی فطرت میں نوری ہے نہ ناری ہے

یہاں میں اسلامی تاریخ سے حوالہ پیش کرنا چاہوں گا کہ آنحضور ﷺ یتیم تھے' آپ کا کوئی بھائی یا بہن نہیں تھی جو آپ کی رہنمائی کرتا' نہ مکتب نہ استاد نہ اسکول اور نہ لائبریری تھی۔ دور جاہلیت تھا پھر جب آپ نے اعلان نبوت کرنا چاہا تو آپ ایک پہاڑی پر چڑھ گئے اور آپ نے تمام قبائل کو جمع کیا اور فرمایا: اے اہل مکہ میں نے سارا بچپن اور ساری جوانی تمہارے سامنے گزاری ہے' اب اگر میں تمہیں یہ کہوں کہ اس پہاڑی کے عقب سے کوئی لشکر تم پر حملہ کرنے والا ہے تو کیا تم میری بات پر یقین کرو گے؟ سب لوگوں نے ایڑیاں اٹھا کر اور ہاتھ کھڑے کر کے کہا کہ ہاں' اس لئے کہ آپ امین اور صادق ہیں۔ مگر آج ہمارے سامنے مساجد' مدرسے' لائبریریاں اور ادارے ہیں مگر کیا کوئی سیاست دان اور جرنیل ایسا ہے جو مینار پاکستان پر آئے اور آکر اپنی زندگی پیش کرے۔ یہی کردار کا بحران ہے جس سے عالم اسلام اس وقت گزر رہا ہے۔

دوسری بات جو میں آپ کے سامنے عرض کرنا چاہتا ہوں' وہ یہ ہے کہ ۱۹۷۳ء کے آئین میں یہ درج ہے کہ کوئی قانون قرآن وسنت کے خلاف نہیں بنایا جاسکتا' تو میرا سوال یہ ہے کہ جب قرآن وسنت کے خلاف کوئی قانون نہیں بن سکتا تو پھر قرآن وسنت کے خلاف حکومت کیسے بنائی جاسکتی ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ آج عبادات کا سلسلہ تو موجود ہے مگر ان کا جو اثر معاشرے پر ہونا چاہیے تھا' وہ نہیں ہو رہا اور اخلاقیات کا جنازہ ہمارے ملک سے نکل چکا ہے۔ اس پر غور وفکر کی ضرورت ہے۔

میں تو اخلاق کے ہاتھوں ہی بکا کرتا ہوں اور ہوں گے ترے بازار میں بکنے والے

پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر: (پروفیسر پنجاب یونیورسٹی' نامور دانشور' سابق صدر عالمی رابطہ اسلامی

میں مولانا سمیع الحق صاحب کی اس کاوش کو سلام پیش کرتا ہوں' اصل میں آج کے دور میں کتاب لکھنا' شائع کرنا اور بازار میں لانا بہت ہی ناپسندیدہ کام ہے' حیرت ہے کہ جس امت میں وحی کی ابتداء اقراء (پڑھیے) کے لفظ سے ہوئی اور جس کی مقدس کتاب میں کاغذ اور قلم اور دوات کی قسم کھائی گئی کہ فرمایا: نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ (القلم. ۱. ۲) اس امت میں لوگ کتاب سے اس قدر بے نیاز ہو گئے ہیں اور میں اپنے تلخ تجربات کی روشنی میں عرض کرتا ہوں کہ ایسے تلخ حالات میں مولانا کی طرف سے اتنی ضخیم کتاب لکھنا' مولانا کا حوصلہ اور ان کی ہمت ہے۔ بلاشبہ یہ محنت اور ذوق وشوق کی بات ہے کہ آپ نے ان خطوط کو سنبھالا' محفوظ کیا اور پھر اس شکل میں ہمارے سامنے پیش کیا کہ اب یہ خطوط محفوظ ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مولانا کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

میرے استاد محترم پروفیسر عبدالعزیز میمنی فرمایا کرتے تھے کہ کتاب کی ایک زکوۃ ہوتی ہے جو یہ ہے کہ سب سے پہلے تو مؤلف کتاب کا شکریہ ادا کرے کہ جس کی کوشش آپ تک پہنچی ہے۔ اور پھر ذوق اور شوق سے اس کی ورق گردانی کی جائے اور پھر اس کے بعد اس کے مندرجات اور محتویات کو دیکھا جائے۔ مگر اس میں کوئی ایسی بات نظر آئے جو کہ میرے علم اور فضل کی حیثیت سے آپ کو اپنی طرف کھینچی ہے۔ تو اس کو پڑھے بغیر کتاب کو نہ رکھا جائے اگر ایسا نہ کیا تو آپ نے اس کی زکوۃ ادا نہیں کی۔ آپ نے یہ سنا ہوگا کہ نامور عربی اموی شاعر الفرزدق کے سامنے جب حضرت بعید بن ربیعہ کا ایک شعر پڑھا گیا جس میں حضرت بعید نے صحرا میں بارش کے بعد کا منظر پیش کیا ہے تو وہ سجدے میں گر پڑا۔ لوگوں نے پوچھا کہ تم نے ایسے کیوں کیا کہ اس نے کہا جس طرح سجدۂ تلاوت میں ہوتا ہے اسی طرح ایک سجدہ شعر بھی ہوتا ہے۔ اسی لئے میں اور میرے نزدیک ایک سجدہ کتاب بھی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ''اقراء'' ہے اور یہ مصرع صیغہ ہے۔ بعض فقہاء کے نزدیک امر برائے واجب ہوتا ہے اور بعض کے نزدیک امر برائے استحباب بھی ہے۔ مگر میرے خیال میں امر صرف برائے وجوب اور فرشتہ ہوتا ہے اس لئے کہ آنحضورﷺ نے اس اقراء کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا: طلب العلم فريضة على كل مسلم (علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے)

پچھلے ایک ہزار سال سے صلیبی دنیا نے عالم اسلام کے خلاف ایک غیر اعلانیہ جنگ شروع کر رکھی ہے، دوسری طرف ہمارے مجاہدین ہیں، جو منافق نہیں ہیں اور وہ اپنے دل کی بات چھپاتے نہیں ہیں، مگر یہ صلیبی سب سے بڑے بزدل ہیں، اور سب سے بڑا بزدل تو سابق صدر امریکہ جارج بش تھا۔ جس نے اعلان کیا کہ یہ صلیبی جنگ ہے، مگر اعلان کرنے کے چند منٹ کے بعد ہی اس نے موقف بدل لیا اور کہا کہ نہیں یہ دہشت گردی کے خلاف جنگ ہے، حالانکہ سب سے بڑا دہشت گرد تو خود امریکہ ہے۔ جس نے سب سے پہلے ایٹم بم چلایا اور لاکھوں انسانوں کو موت کی نیند سلا دیا اور دہشت گرد کیا ہوتا ہے؟

اور آج یہ بات انہیں بتانے کی ضرورت ہے کہ سب سے بڑے دہشت گرد تو تم خود ہو اور تم نے ہمارے خلاف غیر اعلانیہ صلیبی جنگ شروع کر رکھی ہے اور ہم اب اس صلیبی جنگ کو زیادہ دیر نہیں چلنے دیں گے یا تو تم اعلان کرو ورنہ بزدل جارج بش کی طرح چھپ جاؤ جس نے اعلان کرنے کے فوراً اس سے رجوع کر لیا تھا۔

آج تک مغرب نے دہشت گردی کی کوئی تعریف نہیں کی جا سکی، اسلامی ملکوں کی طرف سے نہیں کئی مرتبہ چیلنج کیا گیا مگر وہ یہ نہیں بتا سکے کہ جو وہ کرتے ہیں وہ دہشت گردی نہیں ہے اور جو کچھ مسلمان اپنی آزادی کی حفاظت کے لئے کرتے ہیں وہ دہشت گردی کیوں ہے؟ یہ صرف منافقت اور ریاکاری کے سوا کوئی کچھ نہیں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جو خط لکھنے والا اور اسکا جواب دینے والا ہوتا ہے وہ چند سطروں میں اپنے دماغ کا نچوڑ نکال کر پیش کر دیتا ہے۔ اسی بناء پر مشورے کو عربی میں شوریٰ کہتے ہیں اور شوریٰ کے عربی میں معنی شہد کے چھتے سے

خالص شہد نکالنے کے ہیں۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ سے مروی ہے اور حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی یہی روایت مروی ہے کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے زیادہ کسی کو مشورہ قبول کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔"

ایک عرب کا قول ہے کہ الرجال ثلاث ...... رجل رجل ورجل لارجل .ولا رجل ولا رجل

یعنی ایک شخص خود بھی دانا ہے اور دوسرے داناؤں کا مشورہ بھی قبول کرتا ہے اور دوسرا شخص وہ ہے جو خود تو دماغ نہیں رکھتا مگر وہ دوسروں کا مشورہ قبول کرتا ہے اور تیسرا شخص وہ ہے جو نہ تو خود دماغ رکھتا ہے اور نہ ہی کسی دوسرے شخص کے مشورے قبول کرتا ہے۔ ہمارے دور کے اکثر حکمران آخر الذکر قسم سے تعلق رکھتے ہیں۔

خطوط کی اہمیت کا اندازہ قرآن کریم میں مذکور حضرت سلیمان علیہ السلام کے خط سے ہوتا ہے۔ میں اس خط کے صرف دو الفاظ آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لشکر میں ہدہد بھی تھا یہ ہدہد بڑی شے تھا۔ عربوں نے ہدہد کے بہت سے لطائف گھڑ رکھے ہیں۔

یہ ہدہد ملک سلیمان کے علاقے میں گیا اور واپس آ کر اس علاقے کی روداد بیان کی اور بتایا کہ اس ملک کے لوگ سورج کی پرستش کرتے ہیں، جس پر حضرت سلیمان علیہ اسلام نے ہدہد سے کہا:

اذھب بکتابی ھذا فالق الیھم   میرا یہ خط لے جاؤ اور ان کے سامنے جا کر ڈال دو

یہاں قرآن کریم کا اعجاز اور انداز بلاغت ملاحظہ فرمایئے کہ یہاں "فالق الیھا" اس عورت کو میرا خط پہنچادو) نہیں کہا گیا اس لئے کہ وہ ملکہ تو محض ایک عورت اور محض ایک فرد تھی۔ اور سلطنت و ریاست میں ایک فرد کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی

بعد ازاں حضرت سلیمان نے ہدہد کو ہدایت کی: ثم تول عنھم فانظر ماذا یرجعون

(پھر تو ان سے لوٹ آنا اور یہ دیکھنا کہ وہ اس کا کیا جواب دیتے ہیں)

اس جملے میں آداب سفارت کاری سکھائے گئے ہیں نہ کہ خط دے کر واپس آ جانا چاہیے۔ چنانچہ اس موقع پر جو قوم سبا کا رد عمل تھا وہ ملکہ کے یہ الفاظ ہیں:

قالت یا یھا الملاء افتونی فی امری ما کنت قاطعةً حتی تشھدون.

(ملکہ نے کہا اے سردارو! مجھے میرے اس معاملے میں تقویت دو اور میں کوئی قطعی فیصلہ نہیں کر سکتی جب تک تم موجود نہ ہو) اس طرح قرآن کریم کی یہ تعلیم دراصل جمہوریت، شورائیت اور قومی اسمبلی کی ہے، اس کے بعد ملکہ نے کہا: قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْکَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْیَةً اَفْسَدُوْھَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَھْلِھَآ اَذِلَّةً

کہا کہ بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو وہ وہاں فساد مچادیتے ہیں۔ اور اس کے اپنے والوں کو ذلیل کر دیتے ہیں، اور یہ لوگ بھی ایسا ہی کریں گے)

حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس خط نے مسلمانوں کی خطوط نویسی پر کیا اثر ڈالا، اس کا اس امر سے اندازہ ہوتا ہے کہ

آج تک خط لکھنے کا یہی انداز چلا آتا ہے کہ پہلے بسم اللہ لکھی جاتی ہے اور پھر خط لکھنے والے کا اور پھر مکتوب الیہ کا ذکر ہوتا ہے اگر ایسا نہ ہو تو پھر خط بے رنگ ہو جاتا ہے‘ اور اسکی کوئی استفادی اہمیت نہیں رہتی اسی کیساتھ ہی میں مولانا سمیع الحق کو اس دن کی اس خدمت پر ایک مرتبہ پھر سلام پیش کرتا ہوں۔

محترم جناب عطاء الرحمٰن (مدیر اعلیٰ روزنامہ نئی بات)

لمحہ موجودہ میں مرد مومن کا کردار مولانا سمیع الحق صاحب ادا کر رہے ہیں‘ میں انگریزی‘ عربی اور فارسی کے متعلق تو کچھ نہیں کہہ سکتا مگر اردو زبان وادب میں مولانا کی یہ کتاب ایک منفرد کتاب ہے۔ میرے خیال میں اگرچہ ہماری تاریخ میں بہت سے مشاہیر کے خطوط محفوظ ہیں‘ جن میں غالب کے خطوط‘ مولانا ابوالکلام آزاد کے خطوط‘ علامہ اقبال کے خطوط‘ مولانا سید سلمان ندوی کے خطوط‘ اوران کے مجموعے ہمارے سامنے ہیں‘ لیکن میں یہ بات دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ اس طرح کے خطوط کا مجموعہ اردو کی پوری تاریخ میں موجود نہیں۔

ان مشاہیر میں بہت سے علمائے کرام ہیں مگر اس کے ساتھ ساتھ اپنے عہد کی بہت سی نامور سیاسی شخصیات بھی شامل ہیں‘ مولانا نے ان سب کے خطوط جمع کر کے میرے جیسے کم علم لوگوں اور آئندہ آنے والی نسلوں کو یہ تعارف کروا دیا ہے کہ اس عہد کی سر برآوردہ علمی اور سیاسی شخصیات کون کونسی تھیں۔ اوران کے خیالات کیا کیا تھے؟ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ان خطوط کی ابتداء جس عظیم شخصیت سے ہوئی یعنی شیخ الحدیث مولانا عبدالحق حقانی ہے‘ مجھے ایک آدھ مرتبہ ان کی زیارت کی توفیق ملی۔ ایک مرتبہ جب میں طالب علم تھا‘ مولانا حقانی ساٹھ کی دہائی میں جامعہ اشرفیہ لاہور کے سالانہ جلسے میں شرکت کیلئے آئے تھے‘ ان کی زیارت کی تھی۔ اور ایک مرتبہ روس کے خلاف جہاد کے دنوں میں‘ میں دارالعلوم حقانیہ بھی گیا۔ جہاں کھڑے ہو کر میرے دل میں یہ خیال آیا کہ اللہ تعالیٰ نے مولانا عبدالحق ؒ کے دل میں کیا بات ڈالی تھی کہ دیوبند میں دارالعلوم کی صورت میں جو چشمہ فیض اُبلا تھا اس کی ایک شاخ اور برانچ یہاں اکوڑہ خٹک میں قائم کر دیں۔ اور جو یہاں تحریک مجاہدین کے عظیم شہداء کی قبریں ہیں اور پھر اس ادارے کے ذریعے جو عظیم الشان جہاد لڑا جا رہا ہے‘ اور اس جہاد میں جن اداروں کے افراد نے حصہ لیا‘ اس میں یہ ادارہ سرفہرست ہے‘ تو مجھے خیال آیا کہ کچھ لوگ تاریخ لکھا کرتے ہیں اور کچھ لوگ تاریخ کا مشاہدہ کرتے ہیں اور میں اس قابل تو نہیں کہ تاریخ لکھوں یا تاریخ پر دیرپا اثرات چھوڑوں لیکن میں اس وقت ایک ایسے چوراہے پر کھڑا ہوں کہ جس کے چاروں طرف سید احمد بریلوی اور شاہ اسماعیل شہید سے لے کر ملا عمر تک جہاد کی پوری تاریخ کے تانے بانے بنے ہوئے ہیں۔ اور دارالعلوم حقانیہ اس لحاظ سے بالکل ایک منفرد حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ اور اس کا ماضی جہاد سے وابستہ ہے اور یہ کہ دارالعلوم حقانیہ کی بانی میانی شخصیت مولانا عبدالحق ؒ اوران کے فرزند ارجمند مولانا سمیع الحق‘ جنہوں نے اپنے والد کے ورثے کو بڑی اچھی طرح سنبھالا ہے اور آگے بڑھایا ہے۔ تو میرے اندر ایک عجیب جذبہ وکیف کی کیفیت پیدا ہوئی اور میں خود

کو ایک معمولی انسان کے طور پر پار رہا تھا۔

مجھے ۱۹۹۸ء میں ملا عمر کی زیارت کا موقع بھی ملا۔ اگرچہ اسامہ بن لادن سے ملاقات نہیں ہو سکی مگر اس کی تلافی اس کتاب سے ہو گئی۔

بہر حال میرے خیال میں یہ کتاب اردو زبان میں بالکل ایک منفرد کتاب ہے' اور پھر حیرت کی بات یہ ہے کہ مولانا نے اپنی گوناگوں معروفیات کے باوجود جس طرح اس کتاب کو مرتب کیا وہ اور بھی قابل تحسین بات ہے' میں مولانا کو اس کتاب کی تکمیل پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

مولانا امیر حمزہ (مدیر اعلیٰ ہفت روزہ جرار وچیئرمین تحریک حرمت رسول)

مولانا سمیع الحق نے علماء ومشائخ کو بہت سے خطوط لکھے اور علماء ومشائخ نے بھی انہیں بہت سے خطوط تحریر کیے مگر ایک خط ہے جو ابھی لکھا جانے والا ہے اور وہ خط مولانا کی اس کتاب میں موجود نہیں ہے۔

مولانا عبدالحقؒ اور مولانا سمیع الحق کے مدرسہ حقانیہ میں ایک طالب علم نے تعلیم حاصل کی' مولانا کی مرتب کردہ جلدوں میں سے ایک جلد میں نصف سے زیادہ خطوط اسی شخصیت کے ہیں۔ یہ شخصیت ملا محمد عمر کی ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ جلد وہ وقت آنے والا ہے کہ جب ایک خط لکھا جائے گا جو نبی اکرم ﷺ کے اس خط مبارک کی طرح ہوگا جس طرح آپ وقت کے حکمرانوں کو لکھتے تھے:

اسلم تسلم...... تمہیں سلامتی اور امن اس وقت ملے گا جب تم اسلام لے آؤ گے۔

اور یہ اس وقت ہوگا جب امریکہ افغانستان سے رخصت ہوگا اور اس وقت کے من موہن سنگھ کو مولانا بھی یہی خط لکھیں گے کہ اسلام لے آؤ' تمہیں سلامتی مل جائے گی۔

رانا شفیق الرحمٰن پسروری: (پیغام ٹی وی کے چیف آرگنائزر' پاکستان کے کالم نویس اور معروف مذہبی رہنما)

ڈاکٹر اجمل نیازی نے اپنی گفتگو میں فرمایا تھا کہ علمائے کرام کو اتنا خوفناک نہیں ہونا چاہیے۔ میرے خیال میں ان کی ہدایات درست نہیں ہے۔ علمائے کرام تو عوام میں محبتیں بکھیرتے ہیں' امام احمد بن حنبل نے فرمایا تھا کہ ہمارے اور ہمارے مخالفین کے درمیان کوئی شے فیصلہ کرے گی تو وہ جنازے ہیں' اور ماضی قریب میں لاہور شہر میں ایسے لوگ جو روشن خیال تصور ہوتے اور روشن خیالی پر لکھتے رہے' ان کی رسم جنازہ کے موقع پر چند گنتی کے لوگ افسوس کرتے رہے او رجب کوئی دین اور علم سے تعلق رکھنے والا شخص فوت ہوا تو اس کا جنازہ لوگوں کے کندھوں پر نہیں بلکہ ان کے دلوں پر گیا۔

جہاں تک خطوط نویسی کا تعلق ہے' تو اس حوالے سے بہت کچھ کہا گیا' خطوط نویسی کی تاریخ اس وقت سے شروع ہوتی ہے جب سے انسان نے لکھنا اور اپنے خیالات کے اظہار کے لئے خطوط کا سہارا لینا شروع کیا۔ کبھی یہ تختیوں پر' کبھی مٹی پر اور بھوسے کے مجموعے پر' کبھی کھال پر' کبھی کاغذ پر اور کبھی کپڑوں پر لکھے گئے۔ یہ خطوط حکمرانوں نے بھی لکھے' طالب

علموں نے بھی لکھے اور ہر طرح کے لوگوں نے لکھے۔

لیکن صرف ایسے خطوط تاریخ نے محفوظ رکھے جن کے لکھنے کا کوئی مقصد تھا۔ اور جہاں تک بے مطلب خط لکھنے کا تعلق ہے تو اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ خط لکھنے والا غیابت میں بیٹھا رہتا ہے اور مکتوب الیہ ڈاکیے کے ساتھ بھاگ جاتا ہے۔

مولانا سید عبدالحئی لکھنوی نے برصغیر پاک و ہند کی علمی اور فکری شخصیات کے حالات پر سات جلدوں پر مشتمل نزھۃ الخواطر مرتب کی۔ جس کی آٹھویں جلد ان کے صاحبزادے نے مکمل کی۔ اس کتاب میں ہندوستان کی تاریخی کی جتنی بھی علمی شخصیات ہیں ان کے حالات جمع کئے گئے ہیں اتنے حالات کسی اور کتاب میں ہمیں نہیں ملتے۔ نزھۃ الحق کی سات جلدوں کے بعد مولانا سمیع الحق کی مرتب کردہ خطوط کی یہ سات جلدیں ہیں، جس میں پندرہ سو بارہ شخصیات کے خطوط اوران خطوط کے حوالے سے ان کا ذکر موجود ہے۔

برصغیر پاک و ہند میں مکتوبات' امام ربانی' مکتوبات شاہ ولی اللہ' اور مکتوبات سید احمد بریلوی کے خطوط کی بھی ایک تاریخی حیثیت ہے' اسی طرح مولانا مدنی' مولانا ڈپٹی نذیر حسین دھلوی اور مولانا ابوالکلام کے خطوط' علامہ اقبال کے خطوط' عطیہ فیضی' علامہ شبلی اور علامہ اقبال کے مابین خطوط کی بھی ایک تاریخی اہمت ہے مگر برصغیر کی تاریخ میں اگر مکاتیب کی روشنی میں کوئی اتنی بڑی کتاب ہم دیکھتے ہیں' تو وہ مولانا کی یہ کتاب ہے' میں اس پر مولانا کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

بلوح الخط فی القرطاس دھراً　　وکاتبہ رمیم فی التراب

اور تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ جو لوگ کسی مقصد کے لئے خط لکھتے رہے ہیں وہ رمیم فی التراب نہیں ہوتے بلکہ ان کا نام اپنے کردار کی بدولت ہمیشہ روشنی سے جگمگاتا رہتا ہے۔ بقول شاعر

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق　　ثبت است برجریدہ عالم دوام ما

جناب سعود عزیز صاحب (مولانا ذکی کیفی عثمانی ؒ کے فرزند' حضرت مفتی محمد شفیعؒ کے نبیرہ اور معروف شاعر اور دانشور:

یہ میرے لئے خوش قسمتی اور سعادت کی بات ہے کہ مجھے اس مجلس میں حاضری کا موقع ملا' میرے چچا' مولانا تقی عثمانی بچپن ہی سے میری والہانہ محبت وعقیدت کا محور رہے ہیں۔ مجھے یہ شرف حاصل ہے کہ میں ان کا بھتیجا اور ان کے خاندان سے ہوں' اور اسی محبت عقیدت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ ہر وہ شخص اور ہر وہ تحریر جسے میرے عم محترم پسند کرتے رہے ہیں' جن سے ان کا رابطہ رہا ہے' وہ میرے لئے پسندیدہ اور محبوب رہی ہیں اور میں ڈھونڈ ڈھونڈ کر ایسی تحریریں پڑھتا رہا ہوں جن کا انہوں نے ذکر کیا اور یا جن شخصیات کو انہوں نے پسند کیا۔

مجھے بچپن سے یہ بات معلوم ہے کہ مولانا تقی عثمانی' مولانا عبدالحق اور مولانا سمیع الحق سے قلبی تعلق اور رابطہ رہا ہے۔

یہ غالباً ۱۹۸۱ء یا ۱۹۸۲ء کی بات ہے کہ جب مولانا سمیع الحق کی کتاب ''اسلام اور عصر حاضر'' چھپ کر آئی اور میں اس مجلس میں موجود تھا' جب مولانا نے یہ کتاب میرے عمّ محترم کو پیش کی۔اس وقت انہوں نے کتاب کا پہلا صفحہ پلٹا تو کہا: ''بیسویں صدی اپنے بڑھاپے کی حدود میں جا چکی ہے''

چنانچہ اس کے بعد میں نے مولانا سمیع الحق کی کئی کتابیں پڑھیں اور مجھے علم وادب کے ایک طالب علم کی حیثیت سے برملا یہ اعتراف ہے کہ مولانا کی کتابوں میں جو ادبیت اور جو ادب کی چاشنی ملتی ہے' وہ عربی ادب ہو یا فارسی یا اردو ادب' وہ ہمارے بہت کم ادیبوں کی تحریروں میں نظر آتی ہے۔خواہ وہ الحق کے اداریئے ہوں یا ان کی دوسری تحریریں ہوں اور یہ بات میرے لئے ہمیشہ حیرانی کا باعث رہی ہے کہ مولانا کا تعلق علمی اور سیاسی عمل سے ہے لیکن ادب سے ان کا اتنا جڑا ہوا اور منسلک ہونا یہ میرے لئے باعث حیرت رہا ہے۔

مولانا کی شخصیت ایسی گنی چنی چند شخصیات سے ہے' جن کا تذکرہ ہم کتابوں میں پڑھتے تھے' یا اپنے بڑوں سے سنتے تھے کہ یہ لوگ دینی اور مذہبی درد بھی رکھتے تھے اور وہ عالم دین ہونے کے ساتھ دیگر علوم وفنون سے بھی منسلک اور جڑے ہوتے تھے اور خاص طور پر ادب اس کا حوالہ ہے۔اور علم وادب کے ایک طالب علم کے طور پر دہ ہیں' یہ دیکھ رہا ہوں کہ اہل دین اور اہل ادب میں جتنا فاصلہ اور بعد اب پیدا ہو گیا ہے' وہ اس سے پہلے شاید کبھی نہیں تھا اور یہ بڑی بدقسمتی ہے کہ ہمارے ادبی حلقوں میں وہ تحریریں جو ہمارے دینی علماء نے مرتب کی ہیں اور بڑی ادبی چاشنی رکھتی ہیں' متعارف نہیں ہیں اور اسی طرح ہمارے دینی حلقوں میں ادیبوں کی ایسی ہی تحریریں پڑھنے کا اب رواج نہیں ہے۔یہ ایک بڑا لمحہ فکریہ ہے اور یہ خلیج کو کم ہونا چاہیے۔

اس کتاب میں جس کی اشاعت میں میرا بھی کچھ حصہ ہے' ادبیت' بلاغت اور برجستہ اشعار ملیں گے اور یہ ایک ایسی دستاویز ہے جس کی ہماری تاریخ میں کوئی اور مثال موجود نہیں ہے۔میں آخر میں مولانا کو اس کتاب کی تدوین واشاعت پر انہیں مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

جسٹس (ر) نذیر احمد غازی (قانون داں' اور معروف دانشور)

مولانا سمیع الحق کی یہ کتاب ایک ایسی دستاویز ہے' جو ہماری تاریخ میں ایک وقیع اضافہ ہے۔اس مجموعہ میں موجود خطوط پڑھ کر یہ لگتا ہے کہ مولانا سمیع الحق ایک تاریخ ساز شخصیت ہیں' ان کی طرف سے یہ بہت بڑا اضافہ (Contribution) ہے کہ انہوں نے یہ تمام خطوط جمع کر دیئے اور آئندہ نسلوں کو جہاد افغانستان کو سمجھنے میں ان سے بے حد مدد ملے گی۔

علامہ اقبال نے جو کہا ہے کہ : ؂ ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

یہ بالکل درست ہے اور اس کا کبھی اظہار ہو جاتا ہے اور کبھی اظہار نہیں ہوتا۔مثال کے طور پر آپ حضرات کو علم ہے کہ

ایٹم بم سب سے پہلے امریکہ نے بنایا پھر برطانیہ‘ فرانس اور دوسرے ملکوں نے بنایا۔ مگر کسی ملک کے بم کو امریکی‘ جاپانی یا برطانوی بم کا نام نہیں دیا گیا‘ لیکن جب پاکستان نے ایٹم بم بنایا تو اسے اسلامی بم کا نام دیا گیا۔ جس سے اسلام اور مسلمانوں سے ان کے تعصب کا بخوبی اظہار ہوتا ہے۔ دوسری طرف ہمارے حکمرانوں کی خوش فہمی یہ ہے کہ شاید وہ ان کے ساتھ دوستی کی پینگیں بڑھاؤ ان کی دشمنی سے بچ سکتے ہیں۔ مگر انہیں اس بات کا علم نہیں ہے کہ اندلس میں مسلمانوں پر اسی طرح زوال آیا کہ ایک چھوٹی سی ریاست کا سربراہ عیسائیوں کے پاس جاتا اور یہ کہتا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں...... اسی طرح عیسائیوں نے ایک ایک مسلمان ریاست کا خاتمہ کردیا‘ اس لئے ہم اس خوش فہمی میں نہ رہیں کہ حافظ سعید کے سر کی قیمت مقرر ہوئی ہے۔ کل کو دوسروں کے سر کی قیمت بھی مقرر ہوسکتی ہے۔ اور ایک ایک شخص کے سر کی قیمت مقرر ہوگی۔

آج کل اسلام کو گالی دیتے ہوئے لوگوں کو ڈر لگتا ہے‘ ممتاز قادری نے سابق گورنر پنجاب کا قتل کرکے اس امت پر احسان کیا ہے کہ اب یہ لوگ ایسی باتیں کرنے سے ڈر گئے ہیں‘ اب انہوں نے اسلام پر حملہ کرنے کے لئے ایک نیا طریقہ نکالا ہے‘ وہ یہ کہ وہ ملا کا نام لے کر اسلام کو برا بھلا کہا جائے۔ وہ کہتے ہیں کہ ملا یہ کہتا ہے اور ملایوں کہتا ہے اسی طرح ایک مجلس میں جہاں میں بھی تھا اور حافظ سعید صاحب بھی تھے‘ ایک شخص نے قانون توہین رسالت کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ وہ اس قانون کو اس لئے نہیں مانتا کہ یہ قانون ایک آمر کا بنایا ہوا ہے۔ اسی طرح اب یہ لوگ اسلام کو براہ راست گالی دینے سے ڈر گئے ہیں‘ مگر ضیاء الحق یا ملا کے نام لے کر اسلام کو گالی دینا آسان ہے اور ایسے لوگ اسلام کو اور پیغمبر اسلام کو براہ راست گالی دینے سے اس لئے احتراز کرتے ہیں کہ اس میں جان جانے کا اندیشہ ہے اور ممتاز قادری نے دنیا کو بتا دیا کہ جو شخص اللہ کے نبی کو برا بھلا کہے گا اس کا یہی حشر ہوگا اور یہ امت اسی وقت تک باقی رہے گی جب تک مسلمان ایسی ہی غیرت کا مظاہرہ کریں گے۔

علامہ اقبال نے کہا تھا:

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

میں یہ بات واضح کرنا چاہتا ہوں کہ آپ لوگوں کو خود اسلام کی قوت کا اندازہ نہیں البتہ آپ کے دشمنوں کو البتہ اندازہ ہے۔ اور آج ایسی جماعتیں جو چنگ چی کی جماعتیں ہیں‘ دس دس بیس بیس بندے جمع کرکے اسلام کے خلاف باتیں کرتے ہیں‘ اور مال روڈ پر جلوس نکالتے ہیں اور میڈیا ان کی باتوں کو اچھالتا ہے اور دوسری طرف اتنے بڑے بڑے جلوس اور ریلیاں نکلتی ہیں مگر میڈیا ان کو اہمیت نہیں دیتا۔ آخری لڑائی اسلام کے فرزندوں کی ہونے والی ہے۔

جو حق کی خاطر جیتے ہیں مرنے سے کب ڈرتے ہیں جگر
جب وقت شہادت آتا ہے دل سینوں میں رقصاں ہوتے ہیں

ہمیں صرف آپس کے اتحاد کی ضرورت ہے۔

میں نے جب وکی لیکس میں یہ انکشاف پڑھے تو میں کئی راتوں تک سو نہیں سکا کہ ہمارے علماء کرام امریکہ کے سامنے جھولیاں پھیلائے ہیں اور اس سے پیسے مانگتے ہیں، یہ شرم کی بات ہے، ان لوگوں نے اسلام کو بھی رسوا کر دیا ہے، وہ کہتے ہیں

کچھ پس پردہ بکے کچھ سر بازار بکے   بیوفاؤں کی نہیں بات وفادار بکے
آج پھر ان کے خریدار نظر آتے ہیں   جو سو بار خریدے گئے سو بار بکے

قافلے والو دیکھ لو چلنا   راہ کٹھن ہے ہوش سنبھل کے
جادہ منزل پر بیٹھے ہیں   پھر وہی رہزن بھیس بدل کے

آخر میں مولانا کو اس کتاب کی اشاعت پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

پروفیسر حافظ محمد سعید (امیر جماعۃ الدعوۃ پاکستان)

میرے خیال میں خود مولانا سمیع الحق صاحب بہت بڑی کتاب ہیں، مجھے اچھی طرح وہ دن یاد ہیں، جب دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں ایک مجلس تھی۔ اس وقت امریکہ پاکستان کے راستے استعمال کرتا ہوا افغانستان میں داخل ہو رہا تھا۔ اس وقت بڑی غلط پالیسیاں بن رہی تھیں، اور پاکستان کے فوجی حکمران، اپنی تاریخ کا بدترین فیصلہ کر رہے تھے، اللہ تعالیٰ نے مولانا سمیع الحق کو یہ جرات عطا فرمائی کہ انہوں نے اکوڑہ خٹک میں ایک اجلاس بلایا اس میں مَیں بھی تھا اور افغانستان کے مجاہدین کے نمائندے اور پاکستان کے مخلص لوگ بھی موجود تھے۔ یہ بڑی طاقتور آواز تھی، جو حکومتی فیصلے کے خلاف اٹھائی گئی کہ ہم امریکہ کو افغانستان میں وہی جواب دیں گے جو ہم نے افغانستان میں روس کو دیا تھا۔ یہ اجلاس اور اس میں اٹھائی گئی آواز اب تاریخ کا ایک حصہ بن چکی ہے۔

دنیا نے دیکھا کہ جنرل پرویز مشرف کا فیصلہ غلط تھا اور اکوڑہ خٹک سے جو آواز اٹھائی گئی تھی، وہ درست تھی اس وقت ہم لوگ بیٹھے اکوڑہ خٹک میں تھے، مگر بات افغانستان کی ہو رہی تھی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے دل بھی جڑے ہوئے ہیں اور ہمارے جسم بھی جڑے ہوئے ہیں اور ہمارے جوڑنے کے لئے اسلام ہی کافی ہے اور پھر الحمدللہ دنیا نے دیکھا کہ امریکہ افغانستان میں شکست کھا چکا ہے۔ اور اپنی اور نیٹو کی تمام افواج استعمال کرنے کے باوجود بھی وہ شکست سے دوچار ہے۔ آج میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ پاکستان پر پھر برا وقت آ رہا ہے۔ اس لئے افغانستان میں شکست کھانے کے بعد امریکہ اپنے ہوش وحواس کھو چکا ہے، اور اس صورت حال سے بھارت پورا پورا فائدہ اٹھا رہا ہے، اور اسے یہ سمجھا رہا ہے کہ تمہیں یہ معلوم نہیں کہ تمہیں شکست سے دوچار کون کر رہا ہے۔ تم صرف افغانستان پر نظر رکھ رہے

ہو مگر تم یہ دیکھو حقانی نیٹ ورک کہاں ہے؟ اور امریکی بھی انڈیا کی ڈکٹیشن پر فیصلے کر رہے ہیں۔ اس وقت پاکستان کے لئے بڑا مسئلہ بن چکا ہے امریکہ اور بھارت کے پاکستان کے خلاف معاہدے ہو چکے ہیں اس موقع پر بھی جو اللہ کا بندہ میدان میں اترا ہے اس کا نام مولانا سمیع الحق ہے تو میں اپنے آپ پر یقین کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ قرآن کریم کی یہ آیت میرے سامنے ہے کہ فرمایا: وَ رَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا وَ كَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ وَ كَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا

وہ اس سے اکٹھے ہو کر آنے والے مومنین کو ہدف بنا کر آنے والے وہ اسلام کی قوت کو دبانے اور اپنے قبائلی نظاموں کو قائم رکھنے کا ارادہ لے کر آنے والے ناکام ہو گئے جب وہ آئے تو اکٹھے ہو کر جڑ کر آئے تھے کہ مدینہ منورہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ نے ان کے ساتھ جو معاملہ کیا اس کا ذکر اس آیت میں ہے کہ وہ جس غصے سے بھرے ہوئے آئے تھے اللہ تعالیٰ نے اسی غصے کے ساتھ بھرے ہوئے انہیں واپس کر دیا۔ اس لئے جب اللہ کے بندوں نے میدان جہاد و قتال میں کھڑے ہو کر قربانیاں دینے کا فیصلہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے میدان خود اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

اور میں افغانستان کے بارے میں بھی یہی کہنا چاہتا ہوں کہ یہاں بھی امریکہ کو اللہ تعالیٰ نے شکست دی۔ ان سب اتحادیوں کو جو اکھٹے ہو کر آئے تھے اللہ نے ذلیل و رسوا کیا ہے۔ اور جہاد کا نام اللہ تعالیٰ نے دنیا میں سربلند کر دیا ہے۔ اور میں اس پس منظر میں افغانستان کے متعلق یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جب دفاع افغانستان کونسل بنی تھی اسے بھی اللہ تعالیٰ نے قبول کیا تھا اور اب دفاع پاکستان کونسل بنی ہے تو اسے بھی اللہ تعالیٰ نے قبول کر لیا ہے اور ان شاء اللہ پاکستان میں امریکہ اور نیٹو ممالک کی افواج کے لئے کوئی جگہ نہیں ہوگی۔ یہ لوگ ناکام و نامراد اور خائب و خاسر ہو کر واپس لوٹیں گے۔ اور ان شاء اللہ انڈیا کی کوششیں بھی ناکام ہوں گی۔ اور اس کے بعد پھر وہ غزوہ ہند برپا ہوگا۔

ہمارا یہ سفر جاری ہے یہ جاری رہے گا میں بھی مولانا کا ساتھی ہوں ہم لوگ اکھٹے چل رہے ہیں اور ہم لوگ میدان میں ہیں اور آئندہ بھی رہیں گے۔

مولانا کی یہ کتاب بہت ہی قابل مبارک ہے اور مولانا خود بھی قابل مبارک ہیں یہ کوشش اور یہ عمل جاری رہنا چاہیے۔ یہ تاریخ مرتب ہو رہی ہے اللہ تعالیٰ اس کوشش کو قبول فرمائے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ (مؤلف کتاب):

میں نے اس مجلس کے نقیب ڈاکٹر محمود الحسن عارف سے یہ گزارش کی تھی کہ اس مجلس میں میری تقریر نہ رکھی جائے اس لئے کہ میری تقریر کی کچھ بات بنتی نہیں۔

بہرحال اس مجلس میں میرے حوالے سے بہت کچھ کہا گیا اللہ گواہ ہے کہ میں اس کا اہل نہیں ہوں۔ یہ آپ

حضرات کا حسن ظن ہے۔

خطوط کے حوالے سے بات ہوئی۔ یہ خطوط جمع کرنے کا کام مجھ سے اللہ تعالیٰ نے لیا ہے۔ یہ خطوط مشائخ عظام، علمائے کرام اور اہل علم و فضل کے ہیں، انہیں بھی شاید اس وقت یہ احساس یا خیال بھی نہیں تھا کہ یہ خطوط چھپیں گے۔ اور یوں محفوظ ہوں گے انہوں نے ان خطوط میں پوری آزادی اور سادگی سے اظہار خیال کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے یہ کام لینا تھا اس لئے اس نے میرے دل میں یہ شوق پیدا کیا۔ اور اس مجموعہ میں پون صدی کے اکابرین اور مشائخ کے خطوط جمع ہیں۔ اور ایسے ایسے لوگوں کے خطوط ہیں جن کے بارے میں گمان بھی نہیں ہوسکتا کہ وہ مولانا عبدالحقؒ یا مجھے خط لکھیں گے۔ مثال کے طور پر حفیظ جالندھری کا اکوڑہ خٹک سے کیا تعلق ہوسکتا ہے؟ لیکن اس مجموعے میں ان کے خطوط کا بہت بڑا ذخیرہ ہے۔ اسی طرح اس مجموعہ میں ڈاکٹر سید محمد عبداللہ، زیڈ اے سلہری، م۔ ش...... اور دوسرے کئی صحافی حضرات کے خطوط محفوظ ہیں۔

ان سب حضرات نے مجھے جو خطوط لکھے وہ میرے خط کے جواب میں لکھے یا پھر ان کے جواب میں جس نے بھی خطوط تحریر کیے۔ چونکہ میں سمجھتا تھا کہ میرے جوابات کی کوئی علمی حیثیت نہیں۔ اسلئے میں نے وہ خطوط ضائع کردیئے۔ لیکن اب مولانا تقی عثمانی اور دوسرے حضرات اس بات پر خفا ہوتے ہیں، کہ تم نے وہ جوابات یا خطوط کیوں ضائع کردیئے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر وہ موجود ہوتے، تو ان کے لئے بھی سات جلدیں درکار ہوتیں ظاہر ہے ان خطوط میں، میں نے بھی اپنے احساسات و جذبات ظاہر کیے۔

بہر حال میں آپ سب حضرات کا بے حد شکر گزار ہوں کہ آپ یہاں آئے اور میرے کام کو پذیرائی بخشی، آپ کی گفتگو سے میرا حوصلہ بڑھا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ سب حضرات کے جذبات کو قبول فرمائے۔

موجودہ دور کا المیہ یہ ہے کہ موبائل اور ایس ایم ایس سے خطوط کا یہ دور ختم ہو گیا، خطوط میں لوگوں کے دلی جذبات اور احساسات ہوتے تھے، مگر موبائل نے یہ سب کچھ ختم کردیا اور بڑے بڑے دینی مدرسوں اور دارالعلوموں کے طلباء اظہار کے ذریعے سے محروم ہوگئے۔ اور ان سے قلم نہیں اٹھایا جاتا۔ لہٰذا ہمیں اپنے اپنے اداروں، کالجوں، یونیورسٹیوں اور اخبارات اور ان کے کالموں میں اس بات کا زور دینا چاہیے کہ تاریخ انسانیت میں اظہار کا یہ طاقت اور ذریعہ ختم نہیں ہونا چاہیے۔ مبادا کہ یہ سلسلہ مکمل طور پر ختم ہوجائے۔ یہ بے حس اور بے الم سم ہمارے جذبات ختم نہیں کرسکتی۔ پہلے ہر مہینے کئی کئی خطوط آتے تھے اور اب کئی کئی مہینوں میں دو چار خط آتے ہیں۔

میں آپ سب حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ حضرات یہاں آئے اور میری قدر افزائی کی۔

آخر میں حضرت مولانا فضل الرحیم نے فرمایا کہ حضرت مولانا صاحب آپ اس وقت علمائے کرام کو آپس میں ملانے اور جوڑنے پر توجہ مبذول فرمائیں اور انہیں عالمی رابطہ ادب اسلامی کی کمیٹی کا اعزازی صدر بنانے کا بھی اعلان کیا۔ بعد ازاں انہوں نے دعا کرائی اور اجلاس اختتام پذیر ہوگیا۔

حضرت مولانا زاہد الراشدی
مدیر ماہنامہ ''الشریعہ'' گوجرانوالہ

حضرت مولانا عبدالحقؒ ......عزم وہمت کے کوہ گراں

مولانا سمیع الحق صاحب باہمت اور صاحب عزیمت بزرگ ہیں کہ اس بڑھاپے میں مختلف امراض وعوارض کے باوجود چومکھی جنگ لڑ رہے ہیں اور مختلف شعبوں میں اس انداز سے دینی وقومی خدمات میں مصروف ہیں کہ کسی شعبہ میں بھی انہیں صفِ اول میں جگہ نہ دینا ناانصافی ہوگی۔ دارالعلوم حقانیہ کے اہتمام وتدریس کے ساتھ ساتھ امریکی ڈرون حملوں اور نیٹو سپلائی کی ممکنہ بحالی کے خلاف عوامی محاذ کی عملی قیادت کررہے ہیں، جس میں انہیں ملک کے طول وعرض میں مسلسل عوامی جلسوں اور دوروں کا سامنا ہے، جبکہ قلمی محاذ پر رائے عامہ کی راہ نمائی اور دینی جدوجہد کی تاریخ کو نئی نسل کے لیے محفوظ کرنے میں بھی وہ اسی درجہ میں مصروف دکھائی دیتے ہیں۔ انہوں نے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ اور خود اپنے نام مشاہیر کے خطوط کو آٹھ ضخیم جلدوں میں جمع کرکے جو عظیم کارنامہ سرانجام دیا ہے، اسے دیکھ کر میں خود تحیر وتعجب کے ساتھ خوشیوں کے سمندر کی گہرائی میں ڈبکیاں کھا رہا ہوں، بحمداللہ تعالیٰ میرا شمار بھی بے ہمت لوگوں میں نہیں ہوتا، مگر مولانا سمیع الحق کی ہمت کی بلندی پر نظر ڈالنے کے لیے بار بار ٹوپی سنبھالنا پڑ رہی ہے۔

گزشتہ روز میں نے جب اس کتاب پر بلکہ کتابوں کے اس مجموعہ پر نظر ڈالی تو میرا پہلا تاثر یہ تھا کہ سارے کام کاج چھوڑ کر اسی کے سامنے دوزانو بیٹھ جانا چاہیے۔ تاریخ میرے مطالعے کا پسندیدہ موضوع ہے اور اس میں سے اہل حق کی جدوجہد اور خدمات کی تاریخ کے دائرے میں کچھ نہ کچھ کارروائی میں بھی وقتاً فوقتاً ڈالتا رہتا ہوں، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ اور ان کے فرزند دلبند مولانا سمیع الحق کے نام وقت کے مشاہیر کے خطوط جن میں سیاست دان، حکمران، علمائے کرام، مشائخ عظام، اربابِ فکر ودانش، مفکرین ومدبرین، وکلاء، صحافی اور دیگر طبقات کی سرکردہ شخصیات شامل ہیں، تاریخ کا ذوق رکھنے والے اسکالروں اور میرے جیسے طلبہ کے لیے اتنا قیمتی اثاثہ ہیں کہ اس کی قدر وقیمت کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔

خدا جانے اس کے تفصیلی مطالعہ کا وقت کب ملتا ہے؟ جو بظاہر شوال المکرم کی تعطیلات سے پہلے بہت مشکل دکھائی دے رہا ہے، مگر اس کے سرسری تعارف کے لیے میں نے سردست اس کی پہلی جلد کا انتخاب کیا ہے، جو شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق کے نام ان کے معاصر مشاہیر کے خطوط پر مشتمل ہے اور دینی جدوجہد کے ایک پورے دور کا احاطہ کرتی ہے۔ ''مشاہیر'' کے عنوان سے آٹھ ضخیم جلدوں پر مشتمل اس کتاب کی عمومی ترتیب یہ ہے کہ پہلی جلد شیخ

الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کے نام خطوط کے لیے مخصوص ہے، جلد دوم سے جلد پنجم تک حروف تہجی کے لحاظ سے مشاہیر کے مولانا سمیع الحق کے نام خطوط کی چار جلدیں ہیں، جلد ششم افغانستان کے جہاد کے دوران کی اہم رپورٹوں اور جہادی راہ نماؤں کے خطوط اور سرگرمیوں کا احاطہ کرتی ہے، جلد ہفتم میں بیرونی ملکوں کے مشاہیر کے خطوط شامل کیے گئے ہیں، جبکہ جلد ہشتم ضمیمہ جات، اضافات اور توضیحات کو سمیٹے ہوئے ہے۔

حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کے نام مشاہیر کے خطوط کے لیے مخصوص پہلی جلد پونے سات سو کے لگ بھگ صفحات پر مشتمل ہے۔ ان مشاہیر کی فہرست پر میں نے اس خیال سے نظر ڈالی کہ اس کالم میں تذکرہ کے لیے ان میں سے چند زیادہ اہم بزرگوں کے ناموں کا انتخاب کرسکوں، مگر مجھے اس میں کامیابی نہیں ہوئی کہ کوئی نام بھی ایسا نہیں ہے جسے اہمیت کے خانہ نمبر دو میں رکھا جا سکے، البتہ اس حوالے سے مولانا سمیع الحق کا بے حد شکرگزار ہوں کہ حضرت شیخ الحدیث کے نام راقم الحروف کے تین خطوط شامل کر کے ان کے اس نیاز مند و عقیدت مند کو بھی ''خریداران یوسف'' کی اس فہرست میں شریک کرلیا ہے، جو میرے لیے اعزاز و افتخار کی بات ہے۔

حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کا شمار پاکستان ہی نہیں، بلکہ جنوبی ایشیا کی ان عظیم شخصیتوں میں ہوتا ہے، جو نہ صرف جنوبی ایشیا بلکہ وسطی ایشیا میں علوم دینیہ کی ترویج و اشاعت اور اسلامی اقدار و روایات کے تحفظ و فروغ کا ذریعہ بنیں۔ تعلیمی اور تہذیبی حوالے سے مولانا عبدالحق کی دینی، علمی، تدریسی اور فکری خدمات جنوبی ایشیا اور اس کے ساتھ ساتھ وسطی ایشیا میں دینی جدوجہد کی اساس کی حیثیت رکھتی ہیں اور افغانستان کو دیکھا جائے تو اس کی پشت پر مولانا عبدالحق کی شخصیت پوری آب و تاب کے ساتھ کھڑی دکھائی دیتی ہے، جو بظاہر ایک منحنی سا وجود رکھتے تھے لیکن علم و فضل اور عزم و ہمت کے اس کوہ گراں کے ساتھ کمیونزم کے فلسفہ و نظام نے سر پٹخ کر اپنا حلیہ بگاڑ لیا اور آج کا مورخ یہ بات تسلیم کرنے پر مجبور ہے کہ جہاد افغانستان کی علمی، فکری اور دینی اساس مولانا عبدالحق کی شخصیت اور ان کی نگرانی میں کام کرنے والا تعلیمی ادارہ دارالعلوم حقانیہ ہے، جس کے اثرات افغانستان اور وسطی ایشیا کو اپنے حصار میں لیے ہوئے ہیں۔

''جہاد افغانستان'' کی علمی و فکری آبیاری میں ہمارے بہت سے بزرگوں کا حصہ ہے، مگر میں تاریخ کے ایک طالبعلم اور اس جدوجہد کے ایک شعوری کارکن کے طور پر تین شخصیات کو ان سب کا سرخیل سمجھتا ہوں، ان میں سے سب سے پہلا نام حضرت مولانا عبدالحق کا ہے اور ان کے بعد جہاد افغانستان کے علمی و فکری سرپرستوں میں میرے خیال میں حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی اور مولانا مفتی محمود کا نام آتا ہے، جنہوں نے نہ صرف پاکستان کے علماء و طلبہ کو جہاد افغانستان کے لیے ذہنی طور پر تیار کیا، افغان مجاہدین کی سیاسی و اخلاقی پشت پناہی کی، جہاد افغانستان کے خلاف مختلف اطراف سے اٹھائے جانے والے شکوک و اعتراضات کا جواب دیا اور جہاد افغانستان کی ہر لحاظ سے پشتیبانی کی۔

حضرت مولانا عبدالحقؒ کی خدمات کو میں ایک اور حوالہ سے بھی تاریخ کا اہم حصہ شمار کرتا ہوں، وہ پاکستان میں نفاذ اسلام کی دستوری جدوجہد کا باب ہے۔ پاکستان کی دستور ساز اسمبلیوں میں شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد جس شخصیت نے دستور سازی میں سب سے زیادہ سنجیدہ کردار ادا کیا ہے اور دستور سازی کے تمام مراحل میں پوری توجہ اور تیاری کے ساتھ محنت کی ہے، وہ حضرت مولانا عبدالحقؒ ہیں۔ 73ء کے دستور کی تیاری کے مرحلہ میں حضرت مولانا مفتی محمود قائد حزب اختلاف تھے اور حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی، مولانا صدر الشہید، مولانا نعمت اللہ، مولانا عبدالحکیم، مولانا شاہ احمد نورانی، مولانا محمد ذاکر، مولانا ظفر احمد انصاری اور بہت سے دیگر بزرگوں نے اس دستور کو زیادہ سے زیادہ اسلامی بنانے کے لیے محنت کی، مگر دستور ساز اسمبلی کی کارروائی کا مطالعہ کیا جائے اور دستور سازی کے مختلف مراحل پر نظر ڈالی جائے تو حضرت مولانا عبدالحق کے جداگانہ اور امتیازی کردار کا تذکرہ بہرحال ضروری ہو جاتا ہے۔ حضرت مولانا عبدالحقؒ ہمارے ملی اور قومی محسنین میں سے ہیں اور ان کے نام ان کے معاصر مشاہیر کے یہ خطوط ان کی جدوجہد اور خدمات کے مختلف پہلوؤں کی نشان دہی کرتے ہیں۔ میں ان خطوط کی اشاعت پر مولانا سمیع الحق کو مبارک باد پیش کرتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ دینی جدوجہد اور تاریخ کا ذوق رکھنے والے حضرات اس سے بھرپور استفادہ کریں گے۔ (بشکریہ روزنامہ ''اسلام'')

مولانا سمیع الحق کا کارنامہ

(بقیہ صفحہ ۱۴۱ سے)

راستے دو ہو گئے اور اکابر جمعیۃ اور مشائخ امت کے پرزور اصرار اور ان کے حکم کی تعمیل میں ناتواں کندھوں پر بوجھ اٹھانا پڑا مگر حقانی دور کے قرب وانس میں کمی محسوس نہ ہوئی۔''

مولانا سمیع الحق کا تعارف عوامی حلقوں میں تو محض ایک دینی سیاسی رہنما کی حیثیت سے زیادہ معروف و مشتہر ہے اور یقیناً مولانا نے ایک بھرپور سیاسی زندگی گزاری ہے جس کی کامیابیوں اور ناکامیوں کا گوشوارہ بنانا یہاں مقصود نہیں ہے تاہم مولانا کی علمی وصحافتی زندگی ہم جیسے طالب علموں کے لئے زیادہ دلچسپی اور معنویت رکھتی ہے۔ جس دور میں پاکستان کی دینی صحافت ماہنامہ اور ہفت روزہ جرائد کے مرہون منت تھی، اس دور میں بینات، البلاغ، الحق اور ترجمان اسلام جیسے جرائد ہی اسلامی صحافت کے نقیب تھے، اس دور میں مولانا سمیع الحق کے قلم کی جولانیاں آج بھی بہت سے لوگوں کو یاد ہیں، میں دو سال قبل مولانا کی خدمت میں جامعہ حقانیہ حاضر ہوا تھا تو مولانا سے درخواست کی تھی کہ آج بھی اگر کبھی کبھار اشہب قلم کو مہمیز دیں اور عہد شباب کو آواز دیں تو بہت سے چاہنے والوں کی تسکین ذوق کا اجر مل سکتا ہے مگر شاید مولانا کی مصروفیات اس کی اجازت نہیں دیتیں۔ ہمارے لیے یہ امر بھی باعث مسرت ہے کہ مولانا روزنامہ اسلام کے ساتھ بے پناہ محبت رکھتے ہیں اور ہم جیسے نو آموز لوگوں کی شکستہ تحریروں کو پسندیدگی کا شرف بخش کر ہماری حوصلہ افزائی فرماتے رہتے ہیں۔ (بشکریہ روزنامہ ''اسلام'')

جناب ڈاکٹر اجمل نیازی
معروف کالم نگار و صحافی

مولانا سمیع الحق کے نام خط

دفاع پاکستان کونسل کے مرکزی رہنما مولانا سمیع الحق کے نام دنیا بھر سے سینکڑوں معرف اور دانشور لوگوں کے لکھے گئے ہزاروں خطوط کا مجموعہ سات ضخیم جلدوں میں شائع ہوگیا ہے۔ مکتوب نگاروں کے نام اور خطوط کی تعداد سے مولانا کے روابط اور مقبولیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اتنی مضبوط کتابیں ہیں کہ انہیں بطور ہتھیار بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ ویسے کتاب ایک موثر ہتھیار ہے۔ ایک معزز مولوی صاحب نے خطاب کرتے ہوئے غالب کا یہ شعر پڑھا

بعد مرنے کے مرے گھر سے یہ ساماں نکلا
کچھ تصویر بتاں کچھ حسینوں کے خطوط

میں نے اپنے بائیں جانب بیٹھے مولانا طاہر اشرفی سے پوچھا کہ حسینوں کے خطوط کونسی جلد میں کس صفحے پر ہیں۔ طاہر اشرفی بڑے شرارتی انداز میں مسکرائے۔ چاروں طرف پھیلے ہوئے اپنے پیٹ مبارک پر مزے سے ہاتھ پھیرا مگر منہ سے کچھ نہ بولے جیسے وہ کہہ رہے ہوں کہ یہ خطوط میرے نام نہیں ہیں۔ اشرفی صاحب مست ہاتھی کی طرح ہیں۔ اور بالکل صحت مند ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ وہ باقاعدہ ایکسرسائز کرتے ہیں اشرفی صاحب خوش باش ہیں۔ جناب منور حسن نے کہا کہ ہمیں تو ایسی ہی چیزیں پسند ہیں۔ انہوں نے میرے ساتھ مزاق کیا مگر اپنے آپ کو بھی شامل کیا۔ وہ بہت بے تکلف اور کمپلیکس فری آدمی ہیں۔ ان سے کھلم کھلا بات ہوسکتی ہے۔ مگر انداز مہذب ہونا چاہیے۔ وہ جماعت اسلامی کے امیر ہیں مگر امیر کبیر نہیں ہیں۔ ان سے تو برادرم لیاقت بلوچ، فرید پراچہ اور کئی دوست زیادہ امیر ہونگے۔ ورنہ میں نے تو کئی بہت غریب بھی امیر جماعت دیکھے ہوئے ہیں۔ اب تو چھوٹے موٹے امیر جماعت بھی بہت امیر کبیر ہوتے ہیں۔

مولانا سمیع الحق بہادر آدمی ہیں۔ ایک جلد ان خطوط پر مشتمل ہے جو جہاد افغانستان کے حوالے سے ہے۔ وہ سوویت یونین کے خلاف تھے کہ انہوں کے افغانستان پر قبضہ کیا ہوا تھا۔ اس جہادی صورتحال کو امریکہ نے استعمال کیا۔ تب امریکہ نے جہاد کو سپورٹ کیا۔ اب امریکہ جہاد کے بہت خلاف ہے۔ پاکستان کے ساتھ مل کر افغان مجاہدین اور سارے عالم اسلام سے مجاہدین نے ایک سپر پاور سوویت یونین کو شکست سے دوچار کیا اسے ٹکڑے ٹکڑے کیا امریکہ کا ایک فوجی بھی میدان جنگ میں نہ تھا۔ صورتحال ایسی بن گئی کہ امریکہ دنیا کی واحد سپر پاور بن گیا اور عالم اسلام پر ظلم ڈھانے کی ابتداء ہوئی۔ نائن الیون کا جھوٹا ڈرامہ رچا کر امریکہ نے افغانستان پر حملہ کردیا۔ افغان مجاہدین کو دہشت گرد بنا دیا۔ جہاد افغانستان کا ایک نیا سلسلہ شروع ہوا جس کی نتیجے میں امریکہ کا انجام بھی وہی ہوگا جو روس کا ہوا۔ روس کی

طرح ریاستوں میں بٹا ہوا امریکہ بھی ٹکڑے ٹکڑے ہوگا۔ امریکہ کو اب کوئی راستہ نہیں مل رہا۔ افغانستان کے ساتھ امریکہ نے پاکستان کو بھی اپنی سازشوں اور دہشت گردانہ کاروائیوں کا مرکز بنالیا۔ اکثر لوگ مولانا سمیع الحق کے شاندار مدرسے سے پڑھ کے گئے ہیں جنہیں امریکہ دہشت گرد کہتا ہے۔ طالبان کی حکومت چلی گئی مگر ان کی طاقت اور اتفاق قائم ہے۔ مولانا سمیع الحق بہادر مجاہد ہیں۔ انہوں نے ملاّ کو مرتبہ دیا اور محترم بنایا اور ملاّ سے مجاہدین کے سامنے آئے۔ انہیں دیکھ کے خیال آتا ہے کہ علامہ اقبالؒ نے یہ شعر کس آرزو میں ڈوب کے لکھا تھا۔

الفاظ و معانی میں تفاوت نہیں لیکن ملاّ کی اذاں اور مجاہد کی اذاں اور

شہید اسامہ بن لادن کے ساتھ جو طالبان کے لیڈر ملاّ عمر نے کیا اور پھر جو پاکستان کے حکمران وزیراعظم گیلانی نے کیا۔ وہ مجاہدانہ اور غلامانہ اظہار کی دو تصویریں ہیں۔ طالبان لیڈر نے اپنی حکومت لٹادی اپنا ملک برباد کروالیا مگر اپنے مہمان کی حفاظت کی۔ پاکستان کے حکمران نے ایبٹ آباد میں اسامہ کے لئے امریکی فراڈ کی حمایت کی۔ امریکہ کو مبارکباد کا خط لکھا۔ مولانا سمیع الحق پہلے روس کے خلاف تھے اب امریکہ کے خلاف ہیں۔

کچھ بے غیرت ایسے پاکستان میں ہیں کہ پہلے وہ روس کے ایجنٹ اور غلام تھے اب امریکہ کے ایجنٹ اور غلام ہیں وہ افغانیوں حقانیوں اور پاکستانیوں کے خلاف ہیں۔ جو جہاد میں یقین رکھتے ہیں۔ فریڈم فائٹر ہیں حریت پسند ہیں مجاہدین ہیں۔ مولانا سمیع الحق کے مدرسے کا نام بھی حقانیہ مدرسہ ہے۔ آجکل امریکہ طالبان کے اتنا خلاف نہیں جتنا حقانیوں کے خلاف ہے۔ امریکہ افغانون کے تو بہر حال خلاف ہے۔ کبھی طالبان کی مخالفت اور کبھی حقانی گروپ کی مخالفت۔ ایک حسین حقانی امریکہ نے پال رکھا ہے مگر وہ پاکستان کے خلاف کام تو آتا ہے مگر حقانیوں کے نام سے ہی اس کی پریشانیوں میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ مولانا نے اپنے مجاہدانہ اور دلیرانہ کردار کی وجہ سے بہت تکلیفیں اٹھائی ہیں۔ امریکہ انہیں کسی صورت برداشت نہیں کرتا۔

اتنی زبردست تقریب میں مقررین نے مولانا کے کردار کے اسی انداز پر گفتگو کی۔ دفاع پاکستان کونسل اصل میں پاکستان کو امریکی استعمال سے بچانے کی ایک کوشش ہے۔ امریکہ دفاع پاکستان کونسل کو برداشت کرنے کیلئے تیار نہیں۔ حافظ سعید کے خلاف بھی اسی لئے ایک احمقانہ اور بزدلانہ کاروائی کا اعلان کیا ہے۔ وہ سٹیج پر مولانا سمیع الحق کے ساتھ بیٹھے تھے۔ ہال میں کچھ امریکی ایجنٹ بھی موجود تھے۔ ایک کروڑ ڈالر کا لالچ بھی ایک مجاہد مرد کے خلاف اٹھ کے بولنے کی جرات نہ دے سکا وہ جو سامنے بیٹھا ہے۔ اس کے لئے اتنا بڑا انعام، امریکہ کی ذہنی حالت کی غریبی کا غماز ہے۔ وہ سامنے ہے بلکہ امریکہ کے آمنے سامنے ہے۔ امریکہ پاکستانی حکمرانوں سے نہیں ڈرتا۔ وہ ان لوگوں سے ڈرتا ہے جنہیں ڈر کے دہشت گرد کہتا ہے۔ یہ مجاہدین ہیں۔ ایک پاگل امریکی وزیر دفاع رمزفیلڈ نے کہا تھا کہ ہم صرف ان سے ڈرتے ہیں جو اپنا دل و جاں عشق رسول ﷺ کی دھڑکنوں میں لئے پھرتے ہیں۔ جو موت سے نہیں ڈرتے اور زندگی سے اس لئے پیار کرتے ہیں کہ یہ اللہ کے راہ میں قربان ہونے کے کام آئے۔ علامہ اقبالؒ کی ایک نظم میں

شیطان اپنے شتونگڑوں سے کہتا ہے۔

وہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں ذرا — روح محمد ﷺ اس کے بدن سے نکال دو

یہ نہیں تو پھر کچھ بھی نہیں — " مسلماں نہیں راکھ کا ڈھیر ہے"

امریکہ آج کا شیطان بزرگ ہے۔اس کے شتونگڑے ہر کہیں بکھرے ہوئے ہیں۔

مولانا سمیع الحق بچوں کو علم دیتے ہیں اور جذبہ بھی دیتے ہیں۔ایک ہاتھ میں قرآن ایک ہاتھ میں جھنڈا۔وہ پاکستان کو عالم اسلام کا لیڈر سمجھتے ہیں۔اصل میں مجاہدین تو غزوہ ہند کے لئے تیاریوں میں ہیں۔جو آخری جنگ ہوگی جس میں حضور ﷺ بذات خود شریک ہونگے اور جس میں حق غالب آئے گا اور باطل ہمیشہ کیلئے برباد ہو جائے گا۔

امریکہ کی چالوں سے بصیرت اور جرات والے مولانا سمیع الحق جیسے عالم دین اور سچے مجاہد ڈرنے والے نہیں۔اب امریکہ نے بلوچستان میں سٹنگر میزائل بھی پہنچا دیئے ہیں جسکے استعمال سے مجاہدین نے روس کو شکست دی تھی۔ بلوچستان میں سٹنگر میزائل چلائے گا کون؟ مجاہدین ہر ایسے ہتھکنڈے سے واقف ہیں۔بلوچستان میں پاک فوج بھی ہے۔جس نے روس کو افغان مجاہدین اور مجاہدین کے ساتھ مل کے شکست دی تھی۔ جنرل کیانی نے کہا ہے کہ ہم نظریہ پاکستان پہ یقین رکھ کر ہی سرخرو ہو سکتے ہیں۔ہم مولانا کی جرأتوں کو اسلام کرتے ہیں۔امریکہ کبھی کامیاب نہیں ہوگا۔ وہ جذبہ جہاد کو مٹانا چاہتا ہے۔سچے مسلمان کے اندر سے اللہ سے محبت عشق رسول ﷺ اور جذبہ جہاد کبھی ختم نہیں کر سکے گا۔پاکستان میں امریکہ سے زیادہ امریکہ کے زرخرید غلام اور ایجنٹ اس مشن پر ہیں۔اللہ انہیں خوار کریگا۔میں نے ابھی جہاد افغانستان کے حوالے سے مولانا کو لکھے گئے خطوط کا مطالعہ کیا ہے۔یہ صرف خطوط کا مجموعہ نہیں۔مختلف موضوعات پر مولانا کے تجزیے اور تبصرے بھی اس میں شامل ہیں۔یہ مولانا کی آٹوگرافی بن گئی ہے۔ان کے کردار عمل کی جھلکیاں بھی روشنی کی طرح جھلملاتی ہیں مجھے یقین ہے کہ علامہ اقبالؒ اور قائداعظم بھی اس دور میں ہوتے تو وہ بھی مولانا کو خط لکھتے۔مولانا کو جس نے چند سطروں کا خط بھی لکھا ہے۔وہ بھی کتاب میں موجود ہے۔خط بڑی خوبصورت ثقافت کا مظہر ہے۔آج ٹیلی ویژن اور انٹرنیٹ کتاب کی اہمیت کو کم نہیں کر سکا تو موبائل فون اور ایس ایم ایس خطوں کی روایت کو کیسے ختم کر سکے گا۔یہ کتاب آج کے دور میں شائع ہوئی ہے۔موثر اور جامع ہے۔میرے پاس بھی خطوط کے ڈھیر ہیں اور آج بھی محفوظ ہیں میں آج بھی کئی خط پڑھتا ہوں۔سرشار ہوتا ہوں بے قرار ہوتا ہوں اور لطف لیتا ہوں۔ مگر مولانا کے لکھے گئے خطوط ایک پوری تاریخ ہے۔خطوط کی اس کتاب کے بعد جو سات جلدوں پر مشتمل ہے۔مولانا کے بارے میں مزید کسی کتاب کی ضرورت نہیں ہے۔مولانا کے بارے میں یہ جاننے کیلئے خطوط ہی کافی ہیں مگر ان خطوط کیلئے بھی کتاب ہونا چاہیے۔جو مولانا نے لوگوں کو لکھے وہ بھی مولانا کی شخصیت کو سمجھنے کیلئے ضروری ہیں۔میرا ایک شعر ہے مگر نجانے یہ کیوں مجھے اس وقت یاد آیا ہے۔

کمرے میں چھپ کے اس نے جلائے میرے خط — پھر راکھ سارے شہر میں کیسے بکھر گئی (بشکریہ نوائے وقت)

جناب قیوم نظامی
معروف کالم نگار، سابق وفاقی وزیر

مشاہیر کے خطوط مولانا سمیع الحق کے نام

افراد ہی تاریخ کو تخلیق کرتے ہیں، تاریخ نسل در نسل منتقل ہوتی ہے، نئی نسل ماضی کے تجربات و مشاہدات کی روشنی میں اپنے حال اور مستقبل کی صورت گری کرتی ہے۔ پاکستان کی تاریخ 65 سالوں میں مشتمل ہے۔ افسوس ہم اپنی تاریخ کا ریکارڈ محفوظ رکھنے میں ناکام رہے ہیں۔ 1946ء میں بانی پاکستان قائداعظم نے تحریک پاکستان کے مفکر اور مصور علامہ محمد اقبال کے خطوط شائع کرنے کا فیصلہ کیا جو علامہ نے قائد کے نام تحریر کئے تھے اور جو قائد کی لائبریری میں محفوظ تھے۔ اس موقع پر قائداعظم کی خواہش تھی کہ علامہ اقبال کے خطوط کے ساتھ قائداعظم کے علامہ کے نام خطوط بھی شائع کئے جائیں مگر وہ یہ جان کر حیران رہ گئے کہ انکے خطوط علامہ اقبال کے ریکارڈ میں موجود نہ تھے۔ اس طرح قائداعظم نے گورنر جنرل پاکستان کی حیثیت میں سینکڑوں فائلوں پر احکامات اور نوٹ لکھے ان کا ریکارڈ بھی کسی سرکاری یا نجی ادارے میں موجود نہیں ہے، شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق خراج تحسین کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اپنے دور کے مشاہیر کے پانچ ہزار خطوط سات جلدوں میں شائع کر کے انہیں محفوظ کر دیا ہے، ان کی اس گراں قدر کاوش سے ایک عہد کی تاریخ کا سیاسی، مذہبی، ادبی اور سماجی ورثہ نئی نسلوں کو منتقل ہو گیا ہے۔ موجودہ زمانے کی شاید ہی کوئی ایسی معروف شخصیت ہو جس نے مولانا سمیع الحق صاحب کے نام خط نہ لکھا ہو۔ غالب نے کہا تھا:

خط لکھیں گے گرچہ مطلب کچھ نہ ہو　　　ہم تو عاشق ہیں تمہارے نام کے

مشاہیر کے خطوط سے اندازہ ہوتا کہ مولانا سمیع الحق پاکستان کی مقبول شخصیت ہیں، انہوں نے نہ صرف مختلف فرقوں کے مذہبی رہنماؤں بلکہ سیاستدانوں، صحافیوں، دانشوروں، ادیبوں اور شاعروں کو متاثر کیا جن کے بامعنی اور بامقصد خطوط ''مشاہیر کے خطوط'' میں شامل ہیں۔ مولانا سمیع الحق صاحب ایک منظم اور ہمہ جہت شخصیت ہیں انہوں نے پانچ ہزار خطوط کو سنبھال کر رکھا اور کسی تعصب اور امتیاز کے بغیر ان کو مرتب کر کے شائع بھی کر دیا۔ ان خطوط کو مرتب کرنا اور انہیں سات جلدوں میں شائع کرنا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ مولانا راشد الحق حقانی، مولانا محمد عاصم مخدوم اور مولانا محمد اسرار ابن مدنی میرے غریب خانے پر تشریف لائے اور کتاب کی تقریب رونمائی کا دعوت نامہ اور سات جلدوں کا سیٹ گفٹ کے طور پر دیا۔ مشاہیر کے خطوط کا طائرانہ جائزہ لینے سے یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ مولانا کی کتب مواد اور موضوعات کے لحاظ سے بھی منفرد ہیں جس میں جہاد افغانستان، ختم نبوت، مذہبی کانفرنسیں، سیاسی و مذہبی تحریکیں، شرعی و قانونی مسائل،

1973ء کے آئین میں علماء کا کردار' مولانا مودودی کا فکر اور فلسفہ' عورت کی حکمرانی اور دیگر سیاسی و مذہبی مسائل کے بارے میں علمی اور فکری نوعیت کی بحثیں اور تفاصیل موجود ہیں' ایک جلد میں محترمہ بے نظیر بھٹو شہید سے ایک ملاقات کا احوال بھی شامل کیا گیا ہے: البتہ سات جلدوں میں عورتوں کے خطوط شامل نہیں ہیں حالانکہ پاکستان میں عورتوں کی آبادی مردوں سے زیادہ ہے۔ اگر مولانا سمیع الحق مشاہیر کے نام اپنے خطوط بھی شائع کرنے کا کارنامہ سرانجام دے سکیں تو سیاسی اور مذہبی تاریخ کی مکمل تصویر قارئین کے سامنے آسکے گی۔ ڈاکٹر حمید اللہ نے مولانا کے نام اپنے ایک خط میں تحریر کیا ہے ''آدمی قرآن اور حدیث جیسی بنیادی چیزوں کے پڑھنے بلکہ سمجھنے سے بھی آدمی نہیں بنتا بلکہ ان پر عمل کرنے سے بنتا ہے''

مفکر اسلام علامہ اقبال نے کہا تھا:

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی — یہ خاکی اپنی فطرت سے نوری ہے نہ ناری ہے

جب تک قول و فعل کا تضاد دور نہیں ہوتا مسلمان عالمی اور علاقائی بحرانوں سے باہر نہیں نکل سکتے۔ ہمارا قومی المیہ یہ بھی ہے کہ ہم زندہ قومی شخصیتوں کی خدمات کا اعتراف ان کی زندگی میں نہیں کرتے بلکہ اکثر کے ساتھ کچھ اس قسم کا سلوک کیا جاتا ہے۔

عمر بھر سنگ زنی کرتے رہے اہل وطن — یہ الگ بات کہ دفنائیں گے اعزاز کے ساتھ

گزشتہ ماہ محترم مجید نظامی صاحب کی اسلام پاکستان اور جمہوریت کے لئے بے مثال قومی خدمات کا اعتراف شاندار اور یادگار تقریب منعقد کر کے کیا گیا۔ مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے پچاس سے زائد شخصیات نے ان کو نذرانہ عقیدت پیش کیا۔ جناب مجید نظامی صاحب کے اعزاز میں ''اعتراف خدمت'' کی تقریب منعقد کرنے والے خراج تحسین کے مستحق ہیں کہ انہوں نے ایک قومی شخصیت کی قومی خدمات کا اعتراف ان کی زندگی میں ہی کیا۔ مولانا سمیع الحق کے اعزاز میں تقریب کا انعقاد بھی اعتراف خدمت کے لئے ہی تھا مولانا نے پاکستان کی سیاسی اور مذہبی تاریخ میں بلاشبہ ایک فعال اور تحرتک کردار ادا کیا ہے۔ مشاہیر کے خطوط اس حقیقت کا ثبوت ہیں۔ اس تقریب کی صدارت جماعت اسلامی کے امیر جناب منور حسن نے کی۔ مشاہیر کے خطوط کے بارے میں اظہار خیال کرنے والوں میں مجاہد پاکستان حافظ محمد سعید' مولانا حافظ فضل الرحیم اشرفی' مولانا عبدالرؤف فاروقی' ڈاکٹر اجمل نیازی' ڈاکٹر ظہور احمد اظہر' سینئر صحافی عطاء الرحمٰن' مولانا زاہد الراشدی اور راقم شامل تھے۔ مشاہیر کے خطوط مورخین اور محققین کے لئے بہترین رہنما اور معاون ثابت ہوں گے۔ ان خطوط کی اشاعت پر مولانا سمیع الحق صاحب مبارکباد کے مستحق ہیں۔

مولانا محمد شفیع چترالی

مدیر ادارتی صفحہ روزنامہ ''اسلام''

مولانا سمیع الحق کا کارنامہ

عنوان پڑھ کر قارئین کا ذہن یقیناً دفاع پاکستان کونسل کی کراچی میں کامیاب کانفرنس کی طرف جائے گا اور جانا بھی چاہیے کیونکہ مولانا سمیع الحق صاحب نے پاکستان کی 40 سے زائد دینی وسیاسی جماعتوں اور مذہبی وجہادی تنظیموں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر کے دین دشمن اور ملک دشمن قوتوں کو جو ایک پیغام دیا ہے، وہ یقیناً ایک بڑا کارنامہ ہے جس کے اثرات تادیر محسوس کیے جائیں گے۔ اس سے قبل کراچی کے اسی میدان میں ''اسلام زندہ باد کانفرنس'' کا انعقاد ہوا جو جمعیت علمائے اسلام ف کی جانب سے دینی اور سیاسی قوت کا شاندار اور فقید المثال مظاہرہ تھا۔ دونوں کانفرنسوں کے درمیان کسی موازنے یا ''ترجیح راجح'' کے بغیر ہم اگر مثبت اور ایجابی پہلوؤں پر نظر دوڑائیں تو ''اسلام زندہ باد'' کانفرنس اگر جمعیت علمائے اسلام ف کی بڑھتی ہوئی عوامی مقبولیت اور مولانا فضل الرحمٰن کی شخصیت کی مقناطیسی کشش کا بہترین مظہر تھی تو دفاع پاکستان کانفرنس مولانا سمیع الحق کی دینی حلقوں اور مختلف مکاتب فکر کی تنظیموں کو اکٹھا کرنے کی صلاحیت اور مرکز ومرجع بننے کی بزرگانہ حیثیت کی واضح علامت تھی۔ اس لحاظ سے ہمارے لیے موجودہ پرآشوب حالات میں ہمارے اکابر کے یہ دونوں کردار قابل فخر ہیں اور دونوں کانفرنسوں کی اپنی اپنی جگہ اہمیت وافادیت ہے۔

جمعیت کے تمام گروپوں اور اہل حق کی دیگر تمام تنظیموں کا اتحاد ہر دردمند مسلمان کا خواب ہے اور کتنے ہی اللہ والے تھے جو یہ خواب آنکھوں میں سجائے دنیا سے رخصت ہوگئے، اس خواب کی تکمیل مستقبل قریب میں شاید ممکن نہیں ہے لیکن اہل حق کی جماعتیں اگر اپنے اپنے دائرے میں ایک دوسرے سے متصادم ہوئے بغیر کام کرتی رہیں اور اپنی اپنی صلاحیتوں اور استعداد کے مطابق دینی قوتوں کی قیادت کریں تو بھی بہت سے مشترکہ مقاصد حاصل ہوسکتے ہیں۔ بالخصوص آئندہ عام انتخابات کے حوالے سے یہ امر ناگزیر ہے کہ اہل حق کی تمام جماعتیں اگر ایک پلیٹ فارم پر جمع نہیں ہوسکتیں تو کم از کم ایک دوسرے کے مقابلے میں آنے سے گریز کریں اور دیگر سیکولر اور بے دین لوگوں کی بجائے آپس میں سیٹ ایڈجسٹمنٹ کرلیں اور ایک دوسرے کے فریق بننے کی بجائے رفیق بنیں۔

یہ جملہ معترضہ تھا جو کافی سے زیادہ لمبا ہوگیا، آج کی نشست میں مولانا سمیع الحق کے جس کارنامے کو بیان کرنا تھا وہ ان کی شہرۂ آفاق علمی کاوش ''مشاہیر بنام مولانا سمیع الحق'' ہے جو مولانا کی قومی وملی خدمات میں ایک شاندار اضافہ ہے۔ مولانا نے ازراہ عنایت وشفقت 6 جلدوں پر شائع شدہ کتاب کا سیٹ راقم کے نام ارسال فرمایا اور بندہ کئی روز تک اس کے اوراق میں گم رہا۔ مولانا نے اپنے والد گرامی ولی کامل حضرت شیخ عبدالحق صاحب رحمہ اللہ اور خود اپنے

نام لکھے گئے تمام اہم مکتوبات اور خطوط کو جمع کر کے عمدہ ترتیب اور سلیقے کے ساتھ شائع کر کے عالم اسلام اور برصغیر کی پون صدی کی تاریخ کو ایک نئے انداز سے محفوظ کرلیا ہے جس پر وہ بجا طور پر علمی حلقوں کے شکریے اور مبارک باد کے مستحق ہیں۔ ہمارے چودہ سو سال کے علمی ورثے میں بزرگوں اور اہل علم کے مکتوبات اور مخطوطات کے مجموعوں کا بھی ایک بڑا حصہ ہے اور ہر دور میں علمی مکاتیب کو جمع اور شائع کرنے کا ذوق اور رواج رہا ہے لیکن موجودہ ڈیجیٹل دور میں فاصلوں کے سمٹ جانے اور اظہار وابلاغ کے قرینے بدلنے سے یہ ذوق اور رجحان ناپید ہوتا جارہا ہے جس کو زندہ کر کے مولانا سمیع الحق نے ایک اہم علمی روایت کا احیاء کیا ہے۔ شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ کے بقول عربی، اردو اور انگریزی کے دستیاب لٹریچر میں مکاتیب کا اتنا بڑا اور جامع مجموعہ ان کی نظر سے نہیں گزرا۔

ان مکاتیب میں جہاں عالم اسلام اور بالخصوص برصغیر کی پون صدی کی سیاست، معروضی حالات، علمی مباحث، ادبی وصحافتی رجحانات، سماجی وتہذیبی اقدار کی جھلکیاں دیکھنے کو ملتی ہیں وہاں بالخصوص علماء کی دینی وسیاسی جدوجہد کی تابناک تاریخ کے بہت سے دریچے بھی وا ہوتے ہیں۔ ایک جانب مولانا سید حسین احمد مدنی، مولانا ابوالحسن علی ندوی، مولانا اعزاز علی، مولانا احتشام الحق تھانوی، مولانا عزیر گل اسیر مالٹا، مولانا سید ابوذر بخاری، مولانا لال حسین اختر، مولانا جلال الدین حقانی جیسی نابغۂ روزگار شخصیات کے مولانا عبدالحق صاحب کے نام لکھے گئے مکتوبات اس مجموعے کے ماتھے کا جھومر ہیں تو دوسری جانب عالم اسلام کی دیگر کئی ممتاز شخصیات، سربراہان مملکت اور سیاسی رہنماؤں کے خطوط بھی مولانا مرحوم اور مولانا سمیع الحق کی جامع شخصیات کی عکاسی کرتے ہیں۔ مولانا سمیع الحق کے نام شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی کے خطوط بھی خاصے کی چیز ہیں جن میں ان دونوں بزرگوں کے عہد شباب کی قلمی تابانیوں اور باہمی الفت ومودت کے ادیبانہ اظہاریوں سے حظ اٹھایا جاسکتا ہے۔ مولانا سمیع الحق کے نام مولانا فضل الرحمٰن کے مکاتیب بھی یقینی طور پر دونوں حضرات کے چاہنے والوں کے لیے متاع گراں مایہ کا درجہ رکھتے ہیں جن میں سیاسی مزاج اور افتادِ طبع کے اختلاف کے باوجود باہمی احترام کے جذبات بھی وافر مقدار میں محسوس کیے جاسکتے ہیں۔ مولانا سمیع الحق صاحب نے اس مجموعے کی جمع وترتیب میں جامعیت کا لحاظ رکھا ہے وہاں مکاتیب نگاروں کے تعارف اور بعض مکاتیب کے پس منظر پر مبنی بہت ہی دلچسپ حواشی بھی لکھے ہیں۔ مولانا فضل الرحمٰن کے بارے میں مولانا سمیع الحق کا یہ تعارف نامہ شاید قارئین کی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا:

''حضرت مولانا مفتی محمود مرحوم کے ہونہار فرزند تقریباً نو برس تک تحصیل علم کے لیے حقانیہ میں قیام رہا۔ اللہ تعالیٰ نے ذہانت وفطانت کے ساتھ بلاغت وفصاحت سے اظہار مافی الضمیر اور اپنے موقف کی تائید وترجمانی اور زمانہ شناسی کی اعلیٰ صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ سیاسی میدانوں میں ان کی ''فتوحات'' پیش قدمیاں اور پس پائیاں ہمیشہ زیر بحث رہیں مگر ہمیں ہر حال میں ''حقانی'' ہونے کی وجہ سے عزیز ہیں اور حقانی برادری کے ایک فرد فرید ہونے کے ناطے ہمیشہ اپنے ہی لگتے ہیں۔ مروجہ جمہوری اور سیاسی شاطرانہ ستم ظریفیوں کی وجہ سے جمعیۃ کے (بقیہ صفحہ ۴۴ پر)

مولانا محمد عمر انور بدخشانی
استاذ جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

''مشاہیر'' نادر و نایاب مکاتیب کا عظیم ذخیرہ

نسخہ ہائے وصل و وفا

کسی بھی اچھی علمی، تاریخی، اصلاحی اور تعمیری کتاب کا مطالعہ کے لیے میسر ہو جانا دنیا میں اللہ کی نعمتوں میں سے ایک بہترین نعمت ہے، اور پھر وہ کتاب اگر اکابر علماء اہل علم وفن وادب کے نادر و نایاب ذاتی اور غیر مطبوعہ خطوط پر مشتمل ہو تو پھر اس نعمت کا حق شکر زبان وقلم سے ادا کرنا ممکن نہیں، چند روز قبل عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر گھر کی طرف جا رہا تھا، راستے میں کتابوں کی دکان آئی، دل میں سوچا کہ جا کر دیکھوں تو سہی شاید کوئی نئی کتاب آئی ہو، دکان پہنچا، ادھر ادھر مختلف الماریوں میں نظر دوڑائی تو سب سے اوپر ''مشاہیر'' کے نام سے خطوط ومکاتیب پر مشتمل پانچ جلدوں میں ایک نئی کتاب پر نظر پڑی، تمام جلدیں نیچے اتروا کر دیکھا تو کتاب کی پشت پر موجود شخصیات کے اسمأ گرامی میں سے ہر نام ہی کشش اور دلچسپی کا باعث تھا، دکان میں کھڑے کھڑے اپنی پسندیدہ ترین شخصیت حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے خطوط پڑھ ڈالے، پھر یہ سوچ کر کہ جب استطاعت ہوگی خرید لوں گا، کتابوں کی دکان سے نکل کر گھر کا رخ اختیار کیا۔

تین دن بعد زمانہ طالب علمی کے ایک پرانے دوست سے کافی طویل عرصے بعد فون پر رابطہ ہوا، باتوں ہی باتوں میں اسی کتاب کا ذکر نکل پڑا، احساس ہوا کہ اس دن وہ کتاب خرید لینی چاہیے تھی، چنانچہ اسی دن دوبارہ اس دکان جا کر خرید لایا، تادم تحریر گذشتہ پانچ راتیں اسی کتاب کے مطالعے میں گم رہا، کسی بھی اچھی کتاب کی خوبیوں میں سے ایک خوبی یہ ہوسکتی ہے کہ اس کتاب کی ہر جلد اور ہر صفحہ قاری کو اپنا آپ پڑھنے پر مجبور کر ڈالے، ''مشاہیر'' کو ہاتھ میں لینے کے بعد قاری کے لیے یہ فیصلہ کرنا کافی دشوار ہو جاتا ہے کہ کیا پڑھے، کس کا خط پہلے پڑھے اور کس کا بعد میں، یہ محض ایک کتاب نہیں بلکہ ایک قیمتی تاریخی خزانہ ہے جو اب تک مدفون تھا، کوئی بھی کتاب محض اپنے نام یا مصنف کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنے مندرجات کی وجہ سے دلچسپی اور شہرت اختیار کرتی ہے، اس کتاب میں برصغیر پاک وہند کی تمام معروف وغیر معروف شخصیات کی نگارشات موجود ہیں، اگلے دن ایک ساتھی سے ''مشاہیر'' کا ذکر

ہوا، راقم نے عرض کیا کہ ایک ہی کتاب میں ایک ہی شخصیت کے نام اتنی بلند بلند ہستیوں کے خطوط یک جا میسر ہو جانا، ناممکن تو نہیں لیکن مشکل ضرور ہے، چنانچہ جس جس شخصیت کا نام دل و دماغ میں آیا کہ دیکھوں تو سہی ان کے خطوط موجود ہیں یا نہیں، اور پھر جیسے ہی فہرست میں دیکھا تو اس مطلوبہ شخصیت کا نام موجود پایا، ''مشاہیر'' کس طرح وجود میں آئی؟ یہ جاننے سے قبل کچھ تاریخی پس منظر جاننا ضروری ہے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمہ اللہ، جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، مولانا سمیع الحق صاحب اور ماہ نامہ ''الحق'' یہ ایک مربع کی مانند ہیں جس کا ہر سرا دوسرے سے مربوط ہے، شیخ الحدیث رحمہ اللہ کا سن پیدائش ۱۹۱۰ء یا ۱۹۱۲ء ہے، آپ نے عظیم علمی و دینی ادارے دارالعلوم دیوبند سے ۱۳۵۱ھ میں سند فراغت حاصل کی ،۱۳۶۶ھ تک آپ دارالعلوم دیوبند میں تدریس کرتے رہے، اور پاکستان کے بننے کے ساتھ ہی اسی سال یعنی ۱۹۴۷ء میں اکوڑہ خٹک (صوبہ خیبر پختون خواہ) میں آپ نے دارالعلوم حقانیہ کی بنیاد رکھی، گویا دارالعلوم حقانیہ اور وطن عزیز پاکستان تاریخی اعتبار سے ہم عمر ہیں، حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ اور دارالعلوم حقانیہ کی جو دینی، علمی، ملکی و ملی خدمات اور کارنامے ہیں، درحقیقت ''مشاہیر'' کی یہ آٹھ عظیم الشان جلدیں اسی کا مظہر ہیں۔

حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمہ اللہ کے صاحبزادے مولانا سمیع الحق صاحب کا سن ولادت ۱۹۳۷ء ہے، بیس سال کی عمر میں ۱۹۵۷ء میں آپ نے دارالعلوم حقانیہ سے سند فراغت حاصل کی اور ۱۹۵۸ء سے تا حال آپ دارالعلوم حقانیہ میں ہی تدریس کی خدمات انجام دے رہے ہیں، مولانا سمیع الحق صاحب نے ۱۹۶۵ء میں جامعہ دارالعلوم حقانیہ سے ماہ نامہ ''الحق'' کا اجرا کیا، جس کا شمار آج بھی دنیائے اردو کے بہترین دینی، علمی، اصلاحی رسالوں میں کیا جاتا ہے، اکابر اہل علم و ادب نے ہمیشہ اس کو سراہا اور اس کو اردو زبان کے تمام حلقوں میں نمایاں پذیرائی حاصل ہوئی، یہ تقریباً ایک صدی کا طویل اور پر مشقت سفر ہے جو یہاں مختصراً ذکر کیا گیا۔

مولانا سمیع الحق صاحب زید مجدہ کو نوعمری سے ہی خطوط اور ان کے لفافے جمع کرنے کا بے حد شوق تھا ،اپنے اسی شوق کے بارے میں خود پیش لفظ میں لکھتے ہیں:

> ''حضرت والد ماجدؒ کی چارپائی کے سرہانے لگی ہوئی کتابوں سے بھری ہوئی الماری کے ایک کونہ میں لٹکا ہوا سبز رنگ کا مخملی تھیلہ میرے لیے جاذب نظر بنا رہتا، اس تھیلہ میں حضرت قدس سرہ اپنے اکابر اساتذہ دیوبند اور اہم احباب اور دوستوں کے آئے ہوئے خطوط ڈالتے اور غالباً صرف تبرک اور تذکر کے طور پر یہ عام خطوط کی طرح ضائع ہونے کی چیز نہیں، میرا شوق تجسس حضرت کی غیر موجودگی میں اسے ٹٹولنے پر مجبور کر دیتا، ان خطوط کے لکھنے والوں کے دست خط مثلاً حسین احمدؒ، اعزاز علیؒ، مبارک علیؒ، محمد طیبؒ وغیرہ مجھے چمکتے ہوئے ہیروں اور نگینوں کی طرح

محسوس ہوتے اور دل میں اتر جاتے ، پھر ساتھ ہی تشویش لاحق ہوتی کہ حضرت کے ارد گرد کتابوں، رسائل و مجلات اور بکھرے ہوئے درسی افادات اور مخطوطات کے پلندوں میں یہ خطوط کہیں گم نہ ہو جائیں ، پھر اسی طرح حضرت والد ماجدؒ کی زندگی ، درس و تدریس اور سیاسی و ملی خدمات میں اس قدر الجھی ہوئی تھی کہ انہیں مستقبل میں سنبھالے رکھنا دشوار معلوم ہوتا تھا، ہر چند کہ حضرت اپنے کاغذات وغیرہ میں نو عمر بچوں وغیرہ کی مداخلت پر ناراض ہوتے تھے لیکن مجھے جب موقع ملتا ایسے خطوط کو چن چن کر اپنی ذاتی الماری میں محفوظ کرتا رہا، بچپن میں ڈاک کے ٹکٹوں ، پرانے سکوں اور مختلف ڈیزائن کے ماچس جمع کرنے کی بجائے اللہ تعالی نے مجھے ان خطوط کو جمع کرنے کا شوق عطا فرمایا اور شاید اس طرح کاتب تقدیر نے میرے ذریعے ان جواہر نما مکاتیب اور تاریخی اثاثے کو اہتمام کے ساتھ محفوظ کرایا تا کہ یہ خیر کثیر امت کے سامنے آ کر ''استفادہ اور رہنمائی'' کے کام آسکے، حتی کہ خطوط کے ساتھ ساتھ لفافے بھی جمع کرتا رہا، پھر جوں جوں عقل و شعور کی منزلیں سر کرنے لگا تو ان کی قدر و اہمیت اور بھی سامنے آتی گئی''۔

دارالعلوم دیوبند ، جامعہ حقانیہ ، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمہ اللہ ، ماہ نامہ'' الحق''،اور ان سب پر مستزاد مولانا سمیع الحق صاحب زید مجدہ کی ملکی سیاسی و ملی خدمات ، ان تمام نسبتوں اور حوالوں سے گذشتہ پون صدی میں دنیا بھر سے معروف و غیر معروف علمی ، ادبی ، دعوتی ، صحافتی اور سیاسی شخصیات کے جو بھی مکاتیب و رسائل اور دعوت نامے مولانا سمیع الحق یا ان کے والد بزرگوار کے نام آئے مولانا سمیع الحق صاحب نے انہیں حرز جان بنا کر محفوظ رکھا، ان قیمتی مکاتیب و رسائل کی حفاظت اور نگہداشت مولانا زید مجدہ نے کس طرح کی ،اس کا ذکر خود انہی کے قلم سے کتاب کے مقدمہ میں موجود ہے۔ مولانا کے ذوق و شوق کا اندازہ اس سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ اس مجموعے میں خطوط و رسائل کے علاوہ وہ تمام دعوت نامے بھی موجود ہیں جو کسی بھی تقریب کی مناسبت سے مولانا کو ارسال کیے گئے ، مولانا زید مجدہ رقم طراز ہیں:

''اس دوران ہمیشہ دل میں یہ کھٹکا رہتا کہ کہیں کسی حادثے اور ناگہانی آفت کے نتیجے میں یہ عظیم ذخیرہ ضائع نہ ہو جائے ،اس کی حفاظت اور دیکھ بھال کی فکر ہر وقت دامن گیر رہتی ، پچھلے سال ۲۰۱۰ء میں صوبہ سرحد میں خطرناک تباہ کن سیلاب میں جب پانی دارالعلوم کی حدود کے قریب پہنچنے لگا اور اطلاع تھی کہ پشاور میں ایک ڈیم بھی ٹوٹ گیا ہے تو سب سے پہلے آدھی رات کو یہ سارا قیمتی اثاثہ اور کمپیوٹرز سمیت ایوان شریعت کی عظیم بلند بلڈنگ کی چھت پر پہنچایا گیا، پھر دوسرے کاغذات و ضروریات وغیرہ اور بعد میں اہل خانہ اور بچوں کی حفاظت کا خیال آیا''۔

''مشاہیر'' کے نام سے یہ ضخیم کتاب بڑے سائز کی آٹھ جلدوں پر مشتمل ہے، جس میں سے فی الحال پانچ جلدیں چھپ چکی ہیں، شنید ہے کہ چھٹی اور ساتویں جلد بھی چھپ کر منظر عام پر آچکی ہے، جلد اول میں وہ مکاتیب شامل ہیں جو شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحق صاحب رحمہ اللہ کے نام لکھے گئے ، چار جلدیں ان خطوط دستاویزات پر مشتمل ہیں جو حضرت مولانا سمیع الحق صاحب زیدہ مجدہ کے نام لکھے گئے ، چھٹی جلد افغانستان ، جہادی مشاہیر کے خطوط، رپورٹیں، تحریک طالبان کو سمیٹے ہوئے ہیں، ساتویں جلد بیرونی ممالک، ایران، عالم عرب ، افریقہ، سینٹرل ایشیا، فار ایسٹ، امریکہ اور یورپی ممالک سے متعلق ہے اور آٹھویں جلد ضمیمہ جات، اضافات اور توضیحات پر مشتمل ہے، گویا یہ آٹھ ضخیم اور بھاری بھرکم جلدیں گذشتہ پون صدی کی ایک قیمتی دستاویز بلکہ تاریخ ہے ، آنے والے مؤرخین ان کے ذریعے حسب استطاعت نایاب گوہر و یواقیت نکال سکیں گے، ''مشاہیر'' کے سرورق پر اس کا تعارف ان الفاظ سے کرایا گیا ہے:

> ''تقریباً پون صدی پر مشتمل اساطین علم وادب، علماء ومحدثین، مشائخ واکابرین امت، نام ور اہل قلم، شہسواران صحافت ، دانش ورد و مصنفین ، سیاسی زعماء، حکمران وسلاطین کے مکتوبات ، نگارشات، تأثرات اور احساسات کا مجموعہ، علمی، فقہی، مذہبی مسائل، ملکی تحریکات و بین الاقوامی سیاسی اتار چڑھاؤ اور عالم اسلام کو درپیش بحرانوں کے مدوجزر پر ارباب فکر ودانش کے خیالات وافکار کا ایک عظیم الشان ذخیرہ''۔

قارئین کی سہولت کے لیے مکتوب نگاروں کی ترتیب فرق مراتب کا لحاظ کیے بغیر حروف تہجی الف باء کے مطابق رکھی گئی ہے، ہر جلد کے آغاز میں اس جلد میں آنے والے مکتوب نگاروں کے تحریری خطوط کا ایک ایک عکسی نمونہ بھی دیا گیا ہے، اول سے آخر تک ہر خط کو امتیازی عنوان دینے کا اہتمام خاص طور پر کیا گیا ہے، اس طرح ہر متلاشی علم وادب فہرستوں پر ایک نظر ڈال کر اپنے مطلوبہ مواد اور دلچسپی کے امور تک پہنچ سکتا ہے، ورنہ بیشتر مجموعہ مکاتیب بغیر عنوان کے مسلسل ہوتے ہیں جس کی وجہ سے ان سے کماحقہ فائدہ حاصل نہیں ہو پاتا۔ مکتوب نگاران کے مختصر تعارف اور خطوط کے پس منظر اور وضاحت طلب امور کی حاشیہ میں توضیح وتشریح نے اس کتاب کے حسن میں مزید اضافہ کر دیا ہے، مکتوب نگاروں کے تعارف میں حضرت مولانا سمیع الحق صاحب زید مجدہ نے جس جامعیت اور لطافت کو اختیار کیا ہے وہ بے مثال ہے، بلکہ مولانا سے فرمائش ہے کہ شخصیات کے تعارفی حواشی کو اگر مستقل کتابی صورت میں شائع کر دیا جائے تو وہ بھی ایک خاصے کی چیز ہوگی، اور تذکرہ نویسی میں یقیناً ایک نئے اسلوب کا اضافہ بھی ہوگا، اس سے ملتا جلتا اسلوب اس سے قبل ''نقش دوام'' میں حضرت مولانا محمد انظر شاہ کشمیری رحمہ اللہ کے قلم سے ملتا ہے، جو اَب ''لالہ وگل'' کے نام سے علیحدہ کتابی صورت میں شائع ہو چکے ہیں، ''مشاہیر'' نے صرف مشاہیر

ہی کو زندہ نہیں کیا بلکہ بہت سی ایسی گم نام شخصیات کو بھی جلا بخشی جو اب تک ہم سے مخفی تھے اور شاید مخفی ہی رہتے، ''مشاہیر'' اپنی ضخامت، مختلف میدانوں میں ماضی قریب کی تقریبا تمام بڑی شخصیات کے مکاتیب وخطوط کے حوالے سے کسی بھی زبان میں اپنی نوعیت کا پہلا مجموعہ مکاتیب ہے، اس تمام کدوکاوش پر حضرت مولانا سمیع الحق صاحب زید مجدہ کی جتنی بھی تحسین وتعریف کی جائے وہ کم ہے کہ وہ اس عظیم ،قیمتی اور علمی خزانے کے صحیح امین بنے اور اس امانت کو ہم جیسے ناکارہ طالب علموں تک بحسن وخوبی پہنچایا، مولانا زید مجدہ کی علمی ودینی کارناموں پر میری خامہ فرسائی سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہوگی ،حقیقت میں مولانا زید مجدہ کی ذات اپنی دینی وعلمی خدمات کی بدولت اس مقام پر ہے کہ:

نہ ستائش کی تمنا نہ صلے کی پروا

مولانا زید مجدہ نے کتاب کے پیش لفظ کے آخر میں جو اپنا تلخ مشاہدہ نقل کیا ہے وہ ہم جیسے نوآموزوں کے لیے سبق آموز بھی ہے اور دیدہ عبرت بھی:

> ''یہاں پر ایک بڑا ہی تلخ مشاہدہ سامنے آرہا ہے کہ عہد جدید کی ٹیکنالوجی ،الیکٹرانک میڈیا، ٹیلی کمیونیکیشن ،موبائل (موبائل میسجز)اور انٹرنیٹ وغیرہ کی سہولیات نے مکتوب نگاری کے رواج کو بالکل محدود وا پاہج کردیا ہے اور مستقبل میں تو مزید نت نئی چیزیں بڑی تیزی کے ساتھ آرہی ہیں جس سے خط وکتابت کے عظیم ورثے کو بڑا خطرہ لاحق ہوگیا ہے، اسی لیے مجھے اندیشہ ہے کہ خدانخواستہ یہ عظیم متنوع مجموعہ مکاتیب ایک شاندار عہد اور عظیم الشان تاریخی روایات کا آخری ضخیم ایڈیشن ثابت نہ ہو، کاش کہ امت کے نونہالوں کے ہاتھ قلم کی تقدیس، کاغذ کے لمس اور مضمون نویسی ومکتوب نگاری کی لذت سے تادیر آشنا رہیں اور مکتوب نگاری کا فن اور تاریخی روایات قاصد وکبوتر کی پیغام رسانی کی طرح معدوم نہ ہونے پائیں''۔

مکاتیب ودستاویز کا یہ نادر ونایاب ضخیم ذخیرہ اور قیمتی خزانہ اور مولانا زید مجدہ کا اپنے عہد طفولیت سے لے کر پیرانہ سالی تک ان کو سنبھال کر محفوظ رکھنا اور پھر یہ امانت ہم تک پہنچا دینا، شاید اس شعر کا اتنا بہترین مصداق کہیں اور نظر نہ آئے کہ:

چند اوراق کتب چند بزرگوں کے خطوط
بعد مرنے کے میرے گھر سے یہ ساماں نکلا

قارئین کی دلچسپی کے لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مضمون کے آخر میں ''مشاہیر'' میں سے چند شخصیات کے نام حروف تہجی کی ترتیب سے یہاں ذکر کردیے جائیں جن کے مکاتیب اس مجموعہ میں شامل ہیں:

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ	سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ	مولانا ابوالوفاء افغانیؒ	ابوسلمان شاہ جہان پوری
اجمل خٹکؒ	احسان الٰہی ظہیر شہیدؒ	مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ	مولانا احمد علی لاہوریؒ
مولانا شاہ احمد نورانیؒ	اختر راہی (سفیر اختر)	مولانا محمد ادریس میرٹھیؒ	ارشاد احمد حقانیؒ
مولانا سید ارشد مدنی	سید ازہر شاہ قیصرؒ	محمد اسحاق بھٹی	مولانا اسحاق جلیس ندویؒ
مولانا اسحاق سندیلوی ندویؒ	ڈاکٹر اسرار احمدؒ	مولانا سید اسعد مدنیؒ	جسٹس محمد افضل چیمہ
اکبر خان بگٹی	الطاف حسین قریشی	مولانا امین احسن اصلاحیؒ	مولانا محمد امین اورکزئی شہیدؒ
مولانا انظر شاہ کشمیریؒ	مولانا ایوب جان بنوریؒ	مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ	مولانا اعزاز علیؒ
قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ	ڈاکٹر محمد ایوب قادریؒ	شاہ بلیغ الدین	پروفیسر پریشان خٹک
مولانا تاج محمودؒ	جسٹس تنزیل الرحمٰن	مولانا تقی الدین ندوی	مولانا مفتی محمد تقی عثمانی
جانباز مرزا	مفتی محمد جمیل خان شہیدؒ	مولانا حبیب اللہ مختار شہیدؒ	مولانا حسن جان شہیدؒ
پروفیسر محمد حسن عسکریؒ	مولانا سید حسین احمد مدنیؒ	قاضی حسین احمد	حفیظ جالندھریؒ
ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ (فرانس)	حیات محمد خان شیرپاؤ	مولانا مفتی محمد حسنؒ	مولانا خواجہ خان محمدؒ
مولانا خیر محمد جالندھریؒ	خالد علویؒ	مولانا خلیل الرحمٰن نعمانی	پروفیسر خورشید احمد
ذوالفقار علی بھٹو	چودھری رحمت علیؒ	ڈاکٹر رشید احمد جالندھری	مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی
مولانا محمد رابع ندوی	شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ	مولانا سید زکریا بنوریؒ	مولانا مفتی محمد زرولی خان
زیڈ اے سلہری	مولانا مفتی زین العابدینؒ	مولانا سرفراز خان صفدرؒ	مولانا محمد سالم قاسمیؒ
حکیم محمد سعید شہیدؒ	مولانا سعید احمد اکبر آبادی	مولانا مفتی محمد شفیعؒ	علامہ شمس الحق افغانیؒ
مولانا شہاب الدین ندویؒ	شورش کاشمیریؒ	میر شکیل الرحمٰن	پروفیسر صغیر حسن معصومی
محمد صلاح الدین شہیدؒ	جنرل ضیاء الحق شہیدؒ	ضیاء الدین اصلاحی (معارف)	مولانا محمد طاسینؒ
مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ	طالب ہاشمی	طاہر القادری	محمد طفیل (نقوش)
مولانا ظفر احمد عثمانیؒ	مولانا ظفر احمد انصاریؒ	ایس ایم ظفر	مولانا عبدالرشید نعمانیؒ
مولانا عزیر گلؒ	مولانا عبدالحق نافع گلؒ	سردار عبدالرب نشترؒ	مولانا عبدالرزاق اسکندر
مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ	مولانا عبداللہ کاکاخیلؒ	ڈاکٹر سید عبداللہؒ	ڈاکٹر عبداللہ چغتائیؒ
مولانا عبدالماجد دریا آبادیؒ	مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی	مولانا عبدالغفور عباسیؒ	مولانا عبداللہ درخواستیؒ
مولانا عبدالقادر آزادؒ	بھائی عبدالوہاب صاحب	مولانا عبدالرحمٰن کامل پوریؒ	مولانا محمد علی جالندھریؒ
خان عبدالولی خان	مولانا غلام اللہ خانؒ	حافظ غلام حبیب نقشبندیؒ	مولانا غلام غوث ہزارویؒ
ڈاکٹر غلام محمد	مولانا فضل الرحمٰن	کوثر نیازی	ماہر القادریؒ
مولانا حکیم محمد اختر صاحب	مجیب الرحمٰن شامی	مجید نظامی	مولانا محمد بنوری شہیدؒ
مولانا مفتی محمودؒ	مولانا مرغوب الرحمٰنؒ	مشفق خواجہؒ	مصطفیٰ صادقؒ
شاہ معین الدین ندویؒ	مولانا محمد منظور نعمانیؒ	محمد موسیٰ بھٹو	مفتی نظام الدین شامزیؒ
نعیم صدیقیؒ	سید نفیس الحسینیؒ	ملک نواز احمد اعوان	مولانا محمد میاںؒ (مؤرخ)
وحید الدین خان	مولانا مفتی ولی حسن ٹونکیؒ	مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ	مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ

ادارہ

افکار و تاثرات بنام مدیر

مجموعہ مکاتیبِ مشاہیر ۔۔۔ قدرشناسوں کی نظر میں

کیم اپریل ۲۰۱۲ء بمطابق ۸ر جمادی الاولی ۱۴۳۳ھ حضرت مولانا محمد شاہد سہارنپوری مدظلہ

نواسہ برکۃ الاثر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ

مکرم و محترم بندہ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب زیدہ مجدہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

امید ہے کہ مزاج گرامی بعافیت ہوں گے الحمدللہ کہ یہ احقر بھی بعافیت ہے۔ حضرت والا نے گزشتہ اجتماع رائے ونڈ (ذی الحجہ ۱۴۳۲ھ) کے موقع پر مجموعہ مکتوبات بنام مشاہیر مرحمت فرما کر اس احقر کی جو عزت افزائی فرمائی اس کو یہ احقر کبھی بھی فراموش نہیں کر سکتا' حق تعالیٰ شانہ حضرت والا کی عمر اور صحت اور دینی و ملی خدمات میں بیش از بیش اضافہ فرمائے۔ امین۔۔۔ اس احقر نے تعمیل حکم میں پوری کتاب کا نہ صرف حرفاً حرفاً مطالعہ کیا بلکہ اپنے لئے مفید اور کار آمد معلومات بھی اس سے اخذ کیں' اس ذخیرہ معلومات میں ایک نام مولانا عبدالحنان کا بھی شامل ہے اس احقر کو ان کے متعلق معلومات درکار ہیں۔ سہارنپور سے ۱۳۵۶ھ کے فارغ اور مخدومنا حضرت شیخ مولانا محمد زکریاؒ کے تلامذہ حدیث میں ہیں۔ مجھے جناب والا سے یہ معلوم کرنا ہے کہ کیا یہ وہی مولانا عبدالحنان ہزاروی ہیں' جن کا تذکرہ آپ نے مشاہیر جلد اول ص: ۱۲۳ کے حاشیہ میں کیا ہے یا وہ ہیں جن کا ذکر خیر آپ نے اسی جلد اول ص: ۳۷۶ کے حاشیہ میں کیا ہے۔۔۔ میری گزارش ہے کہ اس کی تعیین فرمادیں' میرا منشاء یہ ہے کہ مجھے مولانا عبدالحنان ولد مولانا عبدالمنان ہزاروی کے حالات زندگی خصوصاً ان کی ملکی وملی سیاسی خدمات کی تاریخ درکار ہے۔

امید ہے کہ خدام والا میں سے کوئی صاحب علم و بصیرت میری اس ضرورت کو آپ کے حکم سے پورا فرمادیں گے۔

حضرت والا نے اس کتاب "مشاہیر" پر احقر کے تاثرات دریافت کئے ہیں' سچی بات یہ ہے کہ تاثرات تو اہل علم اور اصحاب مقام حضرات کے ہوتے ہیں' بندہ کا تو طالب علمانہ خیال یہ ہے کہ آنجناب نے اس کتاب کو مرتب اور شائع فرما کر آنے والی نسلوں پر مختلف جہات اور متعدد حیثیتوں سے احسان فرمایا ہے اور یقیناً جب تک یہ مکاتیب پڑھے جاتے رہیں گے اہل بصیرت کی بصیرت میں اور اہل علم کے علم میں اور دینی جدوجہد اور قربانی کرنے والوں کی جدوجہد اور قربانیوں کے جذبات میں اضافہ ہی ہوتا رہے گا۔ اللہ جل شانہ آپ کو اس پر بہترین جزائے خیر عطا فرمائے۔ بندہ : محمد شاہد سہارنپوری

امین عام جامعہ مظاہر علوم سہارنپور یوپی' ہند

السلام علیکم جناب ایڈیٹر صاحب۔ آپ کی میل ملی' پڑھ کر خوشی ہوئی کہ اس دور پرفتن میں آپ جیسے جری و بیباک صحافی دشمنان اسلام کو دندان شکن جواب دینے کے لئے ہمہ وقت تیار رہتا ہے۔ مالک الملک آپ کی خدمت توشۂ آخرت بنائے' باطل قوتوں سے اللہ آپ کی حفاظت کرے۔ امین۔ ریحان اختر ریسرچ اسکالر (شعبہ سنی دینیات علی گڑھ مسلم یونیورسٹی)

سلسلہ خطبات جمعہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب

عقائد کی اہمیت' توحید ورسالت کا تلازم اور مشرکین کا اندوہناک انجام

نحمده ونصلى على رسوله الكريم صلى الله عليه وسلم اما بعد فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَ لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَ اِيَّاهُمْ وَ لَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ وَ لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ[الانعام : 151]

ترجمہ: ''کہہ دو تم آؤ میں سنا دوں جو حرام کیا ہے تم پر تمہارے رب نے کہ شریک نہ کرو اس کے ساتھ کسی چیز کو اور ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرو اور نہ مار و اپنے اولاد کو مفلسی (کے خوف) سے رزق ہم دیتے ہیں تم کو اور ان کو اور بے حیائی کے قریب مت جاؤ خواہ ظاہری ہو یا باطنی اور قتل نہ کرو اس جان کو جس کا قتل حرام کیا اللہ نے مگر حق پر تم کو یہ حکم کیا جاتا ہے تاکہ تم سمجھو۔''

وعن عبدالله بن مسعودؓ قال قال رجل یارسول الله ای الذنب عندالله اکبر قال ان تدعوالله ندا وهو خلقک الحدیث (بخاری)

ترجمہ: عبداللہ بن مسعود روایت کر رہے ہیں آنحضرت ﷺ سے کہ ایک شخص نے آپ ؐ سے سوال کیا کہ کون سا گناہ اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ ہے، حضور ﷺ نے فرمایا اللہ جل جلالہ جس نے تم کو پیدا کیا اس کے ساتھ شریک ٹھہرانا سب سے بڑا گناہ ہے۔

عقائد کی اہمیت:

محترم حاضرین! اسلامی تعلیمات میں بنیادی ستون عقائد کا ہے' اگر عقیدہ درست نہ ہو' جتنے اعمال صالحہ کئے جائیں ان کی حیثیت ایسے بدن کی ہے جس میں روح موجود نہ ہو۔ ہمارے تمام اعضاء اپنی اپنی ڈیوٹی ادا کرتے رہتے ہیں' جب روح پرواز کرے وہی اعضاء و بدن موجود ہے مگر نہ ہاتھ د پاؤں وہی فرائض ادا کرسکتے ہیں اور نہ بدن کے اور حصے قیامت کے روز بھی نجات یافتہ وہ فرد ہوگا جس کے عقائد قرآن و سنت رسول ﷺ اور صحابہؓ کے عقائد کے مطابق اور

موت تک اسی پر ثابت قدم رہے، جو مسلمان چاہتا ہو کہ اس کا خاتمہ ایمان پر ہو جنت حاصل کر کے دوزخ سے محفوظ ہو جائے گویا نجات کا دارومدار قیامت کے روز عقائد کی صحت پر ہے نہ کہ اعمال پر۔ عقائد میں سب سے اہم اور کلیدی کردار اس عقیدہ کو ہے کہ اللہ کو وحدہ لاشریک مان کر یہ یقین محکم کہ رب کائنات ہی عبادت کے لائق، ہمارا خالق و مالک، پالنے والا، صحت و بیماری کی نعمت دینے والا الغرض ہر قسم کا نفع و نقصان اس کے قبضہ قدرت میں ہے۔ یاد رکھیں کہ یہ دل کی بات اور عقیدہ ہے اگر دل میں یہ بات نہ ہو تو ایمان نہیں اس کے ساتھ شرط کلمہ شھادۃ کا یہ جزو بھی ہے کہ جس طرح دل میں اللہ کے وحدہ لاشریک ہونے کا عقیدہ ہے

توحید و رسالت کا تلازم:

اسی طرح لازمی ہے کہ کلمہ شھادت کا دوسرا جز بھی موجود ہو کہ رحمۃ دو عالم ﷺ اللہ ہی کے مبعوث کردہ آخری پیغمبر اور اللہ نے بندوں کے لئے اپنے طرف جو قانون ہدایت ان کے ذریعہ دیا ہے میں آپ ﷺ کے ہر حکم کا متبع ہوں گا جس طرح اللہ کے ساتھ کسی کو معبودیت، خالقیت، مالکیت الغرض اس کے کسی صفت کمال میں شریک ماننا شرک ہے اسی طرح سراپائے رحمت محمد الرسول ﷺ کے اس عظیم منصب رسالت میں کسی دوسرے کو شریک یا اس کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد تا قیامت اس منصب جلیلہ کا مستحق سمجھنا بھی شرک ہی کے برابر کفر اور موجب جہنم ہے۔ خدا اور رسول میں تفریق پیدا کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ موجودہ دور کے فکری آوارگی، ایمان سوز فضاؤں، جدید اسلامی خیالات، اعتدال پسندی اور روشن خیالی کی آڑ میں اگر کوئی یہ کہے کہ اللہ کو مانتا ہوں مگر محمد رسول اللہ کو نہیں مانتا یا محمد الرسول اللہ کو پیغمبر مانتا ہوں، اللہ کو وحدہ لاشریک نہیں مانتا، اس قسم کا عقیدہ رکھنے والا دونوں اسلام کے دائرہ سے خارج ہیں۔ صرف جاننا اور ماننا بھی کافی نہیں بلکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے جملہ احکامات پر بلا کسی رد و کد و چون چرا عمل کرنا بھی لازمی ہے۔ یہ تو قرآن سے بھی واضح ہو رہا ہے کہ منکرین رسالت اور کفار بھی یہ جانتے تھے کہ نبی واقعی من جانب اللہ نبی ہے اور جو کتاب اس پر نازل ہو چکی ہے وہ بھی اللہ ہی کی طرف سے ہے اس کے باوجود وہ ضد، عناد اور کج روی کی وجہ اللہ کے واحد ہونے یا نبی کے حقانیت اور اس پر نازل شدہ کتاب سے انکار پر مصر رہے۔ جبکہ رب العزت نے اللہ اور رسول کے درمیان فرق کرنے والوں کو بغیر کسی ابہام کے صریح تنبیہ فرما کر ان کا انجام ذکر فرمایا ہے۔

منکرین رسالت کا انجام:

ارشاد باری ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ يَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّ نَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَّ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝ (النساء ۱۵۰۔۱۵۱)

ترجمہ: ”جو لوگ کفر کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسولوں کے ساتھ اور اس طرح چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں

کے درمیان فرق پیدا کریں اور کہتے ہیں کہ ہم بعضوں پر تو ایمان لاتے ہیں اور بعضوں کے منکر ہیں اور چاہتے ہیں (کہ اپنی طرف سے) بین بین راہ تجویز کریں۔ ایسے لوگ یقیناً کافر ہیں اور کافروں کیلئے ہم نے ذلت آمیز سزا تیار رکھی ہے۔''

خلاصہ ان آیات کا یہ ہے کہ ایمان کیلئے جیسے اللہ کو وحدہ لاشریک ماننا ضروری ہے اسی طرح تمام انبیاء کو اللہ کا رسول اور برحق ماننا بھی ایمان کے تکمیل کا حصہ ہے۔ یہودیوں نے اپنے ذاتی خواہشات اور حسد اور کینہ کے بناء پر آنحضرت ﷺ کی نبوت سے انکار اور دشمنی پر اتر آئے تو اللہ نے ان کو دنیا وآخرت میں ذلت ورسوائی سے دوچار فرمایا۔

منصب رسالت: محترم ساتھیو! ہر زمانے کے پیغمبر کی تابعداری اس زمانے کی امت پر رب العالمین کی طرف سے فرض ہے۔ منصب رسالت کا یہی تقاضا ہے کہ اس کے تمام احکام کو اللہ کے احکام سمجھے جائیں۔ پیغمبر کے کسی فیصلہ اور حکم کی خلاف ورزی اللہ کے حکم کی خلاف ورزی ہے۔ رب العزت کا فرمان ہے:

فَلَا وَ رَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِھِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَ یُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (نساء ۶۵)

ترجمہ: ''پھر قسم ہے آپ کے رب کی یہ لوگ ایماندار نہ ہوں گے جب تک یہ بات نہ ہو کہ ان کے آپس میں جو جھگڑا واقع ہو اس میں یہ لوگ آپ سے فیصلہ کرائیں گے اور بعد میں آپ کے تصفیہ سے اپنے دلوں میں تنگی نہ پادیں۔ اور (آپ کے فیصلہ کو) (مکمل طور پر) پورا پورا تسلیم کرلیں۔''

الغرض ایمان کے دائرہ میں داخل رہنے کیلئے حق تعالیٰ نے یہ شرط لگائی کہ جب تک تمام امور اللہ تعالیٰ کے آخری نبی محمد الرسول ﷺ کے ہر حکم، فیصلے، سنت اور حدیث کے مطابق طے نہ کئے جائیں اور ان احکامات پر عمل کرنے سے اس کے دل میں کوئی خفگی پیدا نہ ہو تو اس وقت تک وہ شخص اپنے آپ کو حقیقی وسچا مسلمان کہلوانے کا مستحق ہی نہیں۔

سورۃ احزاب میں مالک الملک نے اطاعت اور فرمانبرداری کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا۔

خالق اور مخلوق کے حقوق اور فرائض:

جس کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی مسلمان مرد اور عورت کیلئے یہ قطعاً مناسب نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی مسئلہ میں حکم فرمادیں۔ اس معاملہ میں اپنے طرف سے کمی، بیشی کسی قسم کی گڑبڑ کرنے کا اختیار نہیں۔ اس حتمی حکم سے جو کوئی اختلاف یا نافرمانی کرے تو اس کے گمراہ ہونے میں کسی کو شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ کیونکہ اس کی یہ روشن خالی، فکری آوارگی اور مذہب دشمنی بالکل واضح ہے، اگر اس عذاب سے محفوظ رہنا ہے تو ایک ہی راستہ ہے جسے آنحضرت ﷺ نے امت کیلئے واضح کردیا ہے، حضرت معاذ بن جبل حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

یا معاذ! تدری ماحق اللہ علی عبادہ وما حق العباد علی اللہ قلت اللہ ورسولہ اعلم

قال فان حق الله علی العباد ان یعبدوه ولایشرکو ابه شیأ وحق العباد علی الله ان الا یعذب من لایشرک به شیأ (بخاری ومسلم)

ترجمہ: ''آنحضرتﷺ نے فرمایا: اے معاذ! کیا تم کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کا بندوں پر کیا حق ہے، میں نے (معاذ) عرض کیا اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں، آپ نے فرمایا اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ اسی کی عبادت کریں، اس کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک نہ کرے''

یعنی اسی کو ایک سمجھیں اور بندوں کا حق اللہ تعالیٰ پر یہ ہے کہ اللہ ان وحدہ لاشریک کو یک وتنہا ماننے والوں کو عذاب سے محفوظ رکھے۔ جیسے کہ پہلے بھی ذکر کر چکا ہوں کہ انسانی عقل وعرف کا بھی یہی مطالبہ ہوتا ہے کہ جس شخص کے احسانات ہوں اسی کے ساتھ محبت وتعلق جوڑ کر اس کے ساتھ وہی سلوک کیا جائے جس کا وہ خواہش مند ہو۔ خطبہ کے ابتداء میں آپ حدیث سن چکے ہیں کہ اس سے بڑھ کر کیا گناہ ہوگا کہ جس خالق نے تمہیں منی کے نجس قطرہ سے پیدا کر کے حسین وجمیل شکل وصورت سے نوازا اسے چھوڑ کر اوروں کی تابعداری کی جائے، یہ تو ناقابل معافی ناشکری، محسن سے غداری اور بے وفائی کا ارتکاب ہے۔ احادیث مبارکہ میں شرک سے بچنے کی اس حد تک تاکید فرمائی گئی ہے کہ آنحضرتﷺ نے فرمایا کہ اگر کسی نے محمد رسولﷺ سے کہا ''جو اللہ چاہے اور جو آپ چاہیں تو آپ نے فرمایا کہ مجھے اللہ کا شریک ٹھراتا ہے۔'' دوسری حدیث میں ہے کہ آنحضرتﷺ نے فرمایا تم اچھے لوگ ہو اگر تم شرک نہ کرتے تم اگر کہتے کہ جو اللہ چاہے اور فلاں چاہے'' یہ شرک۔

امام الانبیاء کا وصیت نامہ:

معزز سامعین! ابتداء میں تلاوت کردہ آیت کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا فرمان ہے کہ جو شخص اپنے آقا، نبی کریمﷺ کا وصیت نامہ پڑھنا، اور دیکھنا چاہے ایسا وصیت نامہ جس پر حضورﷺ کی مہر ثبت ہو تو وہ اس آیت کریمہ کو پڑھ لے اس میں وہ وصیت موجود ہے جو آنحضرتﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے امت کو دی ہے اس وصیت میں جن مامورات اور منہیات کا ذکر ہے اس وصیت کا پہلا جملہ اسلام کے اساسی عقیدہ الّا تشرکوا به الله یعنی اللہ کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہراؤ، اسی اہمیت کے پیش نظر ابتداء سے شرک پر بات کرنا شروع کر دیا۔ یاد رہے کہ اللہ کیساتھ کسی کو شریک بنانا بڑا ظلم ہے ارشاد باری ہے: اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ (لقمان۔ ۱۳)

یہ اس قدر سنگین گناہ ہے کہ اسے گناہوں میں ''اکبر الکبائر'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ جہاں قرآن واحادیث نبوی میں لاتعداد گناہوں کو معاف کرنے کا حق تعالیٰ اور اس کے رسولﷺ ذکر فرماتے وہاں یہ بھی ہے۔ ان الله لا یغفران یشرک به کہ ایک گناہ ایسا بھی ہے یعنی شرک جسے اللہ نہیں بخشتا۔

شرک کا سب سے بڑا جرم: سورۃ انعام میں حکم الٰہی ہے:

اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَ مَاْوٰهُ النَّارُ

ترجمہ: ''جس نے شریک ٹھہرایا اللہ کے ساتھ اس کے ماسوا اس پر جنت حرام اور جہنم اس کا ٹھکانہ ہے۔''

جو چند آیات اور حضور کے زرین اقوال میں نے ذکر کیے ان سے ثابت ہوتا ہے کہ معاصی میں سب سے زہریلا اور بڑا جرم اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانا ہے۔

رب العزت نے اس عالم کون و مکان اور تخلیقات کے وجود میں لانے کے بعد جتنے انبیاء اور رسول اس دنیا میں بھیجے اور تمام کی تعلیمات کا خلاصہ اور مقصد صرف یہی تھا کہ الا تعبدوا الا الله کہ عبادت کے لائق صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اس ذات کے علاوہ کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر محمد الرسول ﷺ تک مبعوث ہونے والے تمام انبیاء کی بعثت کا مقصد پوری انسانیت کو اسی نکتہ وحدانیت کی طرف دعوت دینا تھا۔ ایمان کی شرط یہ ہے کہ جو فرد اس دولت سے مالا مال ہونا چاہے سب سے پہلے یہی اقرار کرتا ہے۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ کی گواہی دیتا ہوں اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، گویا ایمان کی پہلی سیڑھی پر قدم رکھتے ہی یہی سبق سکھایا جاتا ہے کہ اے ایمان لانے والے تیرا سب سے پہلا فریضہ یہ ہے کہ شرک سے اجتناب کرو۔ آنحضرت ﷺ اور دیگر انبیاء نے بھی اپنے امتیوں کو پہلی دعوت یہ دی کہ شرک سے چھٹکارا حاصل کرو۔

شرک: تمام اعمال صالحہ کو ضائع کر دیتا ہے:

حاضرین کرام! مشرک اگر بہت بڑا ولی بن جائے، بار بار عمرے اور حج کی ادائیگی کرے، ہزاروں فقراء و مساکین میں صدقات تقسیم کرے، ساری ساری رات بیٹھ کر ذکر اللہ میں مصروف رہے، دن کو روزہ رکھے، مساجد اور مدارس کی تعمیر میں سب لوگوں سے بڑھ چڑھ کر حصہ لے۔ الغرض عمر کا سارا حصہ اعمال صالحہ میں گزارے اور اس کے ساتھ شرک کے مہلک مرض میں بھی مبتلا ہو تو اس کے تمام نیک اعمال اس کے بیکار و ضائع ہیں، وجہ یہ کہ رب العالمین کا ارشاد ہے:

لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (سورۃ الزمر. ۶۵)

''اگر تو شرک کا ارتکاب کرے تو تیرے عمل ضائع ہو جائیں گے اور تو نقصان اٹھانے والوں میں شامل ہو جائیگا''

یعنی اللہ تعالیٰ کے ہر حکم و قانون کو مان کر اس کے مطابق عمل کرنے کا نام عبادت ہے، اور یہ یقین کرنا کہ ہر قسم کی عبادت اسی کیلئے کی جائے اور وہی معبود حقیقی ہے جس کا کوئی شریک نہیں نہ صرف اس کے ذات میں بلکہ صفات میں بھی۔ عمل ضائع ہونے کا خطاب اس آیت میں آنحضرت ﷺ کو ہے، حالانکہ انبیاء کرام تمام گناہوں سے پاک ہیں اور محفوظ بھی ہیں، رب کائنات انبیاء کرام کی حفاظت خود فرماتے ہیں لیکن امت کو سمجھانے اور ان کے دلوں میں شرک کی نفرت پیدا کرنے اور اس بدترین گناہ کی ہولناکی کو بیان کرنے کیلئے فرمایا کہ اگر بالفرض والمحال اللہ کے محبوب ترین اور

خاص مقرب بندہ سے بھی یہ جرم صادر ہو جائے تو اس کے بھی تمام اعمال غارت ہو کر ضائع ہو جاتے ہیں۔

مشرک: کائنات کا بدترین فرد:

شرک کرنے والا کائنات کا وہ بدترین فرد ہوتا ہے کہ اللہ کا محبوب پیغمبر بھی اگر اس کے لئے بخشش کی دعا کرے اس کی مغفرت نہیں۔ آپ حضرات نے کئی بار عبداللہ ابن ابی کا نام سنا ہے' بظاہر مسلمان اور دل شرک و نفاق کے خبث سے بھرا پڑا تھا' اپنے کو مسلمان ظاہر کر کے کوئی موقع مسلمانوں کو نقصان پہونچانے کا نہ چھوڑا قدم قدم مسلمانوں کے لئے آستین کے سانپ سے بڑا دشمن ہونے کے اس مجسمہ نفاق کے کارستانیوں سے آپ واقف ہیں۔ رحمت دو عالمؐ سراپائے رحمت محمد الرسول اللہ ﷺ کی شفقت ہمیشہ اس بات کی متقضی رہتی کہ کوئی انسان بھی وارد جہنم نہ ہو۔ ابن ابی کے مرنے کے بعد ان کے مغفرت کی دعا کا ارادہ فرمایا مگر اس ازلی بدبخت کے بارہ میں اللہ کا حکم نازل ہوا۔

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ (سورۃ توبۃ)

''آپ منافقوں کے لئے معافی مانگیں یا نہ مانگیں اگر آپ ان کیلئے ستر بار بھی دعائے مغفرت کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز نہ بخشے گا۔''

ستر (۷۰) سے مراد یہ نہیں کہ اگر اس سے زیادہ عدد دعا کرلیں تو قبول ہوگی بلکہ یہ عربوں کا مقولہ تھا جیسے ہر قوم کا اپنا عرف ہوتا ہے مثلاً اتنے بار بھی مجھے سفارش کرو پھر بھی میں نہ مانوں گا۔ مقصد جس بات کا منوانا مقصود ہو اس کی نفی ہوتی ہے' قرآن وحدیث شرک کی مذمت سے بھرے پڑے ہیں' کہیں اس غلط فہمی میں ہم مبتلا نہ ہوں' کہ ہم تو مسلمان ہیں صوم وصلوٰۃ کے پابند ہیں' صدقات و خیرات بھی ادا کرتے ہیں' ہم کیسے مشرک ہو سکتے ہیں' تو یاد رکھیں ہر وہ شخص مشرک ہے جو اللہ کے ساتھ شریک سمجھ کر اس سے اپنی حاجات اور توقعات کے حصول کی توقع رکھے کہیں ہمارا عمل تو اس مذموم عقیدہ کے مطابق نہیں۔

توحید: انبیاء کا مشن:

معزز حضرات! جیسے کہ پہلے بھی میں نے ذکر کیا کہ تمام انبیاء کا مشن یہی تھا کہ عبادت صرف اللہ کی ہو قرآن کی تلاوت سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ تمام انبیاء کو اللہ نے جس دعوت کے پھیلانے کا فریضہ حوالہ کیا اس میں ایک ہی طرز اختیار کر کے وحدانیت الٰہی کی تلقین ہے۔ مثلاً حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد باری ہے۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ (آیت ۵۹)

ترجمہ: ''بے شک ہم نے نوحؑ کو ان کی قوم کے پاس رسول بنا کر بھیجا تو اس نے کہا کہ اے میری قوم تم اللہ ہی کی عبادت کرو اس کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں۔''

حضرت ہود علیہ السلام کا ذکر اس طور پر فرمایا:

وَ اِلٰی عَادٍ اَخَاھُمْ ھُوْدًا قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ (اعراف ۶۵)

ترجمہ: ''قوم عاد کے پاس انکے بھائی ہود علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا۔ انہوں نے کہا اے میری قوم کے لوگو تم اللہ ہی کی عبادت کرو اور یقین کرلو کہ اللہ کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔''

یہی طریق خطاب ابراہیم علیہ السلام کا بھی ہے:

وَ اِبْرٰھِیْمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِہِ اعْبُدُوا اللّٰہَ وَ اتَّقُوْہُ ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (العنکبوت۔۱۶)

ترجمہ: ''اور ابراہیم علیہ السلام کو ان کی قوم کے پاس بھیجا' تب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ تم اللہ ہی کی عبادت کرو' اس سے ڈرو' یہی تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم جانتے ہو''

رسول کا اولین کام' دعوتِ توحید:

آقائے نامدار خاتم النبیین ﷺ جو رحمۃ العالمین کے لقب سے نوازے گئے' منصب رسالت پر فائز ہوئے تو ان کے بارہ میں قرآن مجید میں جو ذکر ہوا کہ

قُلْ اِنَّمَا ھُوَ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ وَّ اِنَّنِیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِکُوْنَ (انعام۔۱۹)

ترجمہ: ''کہہ دیجئے وہ (یعنی اللہ) اکیلا ہی معبود ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں تمہارے شریکوں سے بیزار ہوں''

ان چند سنائے گئے آیات کا خلاصہ یہ کہ عبادت کے لائق اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور اس معبودیت اور الوہیت میں اس کا کوئی شریک نہیں اور نہ ہوسکتا ہے۔ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ شرک اصغر سے بچو۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ شرک اصغر کیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ریا اور دکھاوا یعنی جو کام لوگوں کے دکھاوے اور شہرت کیلئے کیا جائے شرک اصغر ہے۔ اگر کوئی بڑی سے بڑی نیکی بھی اس نیت سے کی جائے کہ لوگوں کو معلوم ہوجائے کہ فلاں شخص عبادت گزار اور پارسا ہے وہ بھی شرک کے اسی زمرہ میں شامل ہوگا۔

ارشاد نبوی ہے: من صام یرائی فقد اشرک ومن صلی یرائی ومن تصدق یرائی فقد اشرک

ترجمہ: ''جس نے دکھانے کے لئے روزہ رکھا اس نے شرک کیا اور جس نے دکھانے کے لئے صدقہ خیرات کی اس نے شرک کیا۔''

شرک کی مذمت اور بدترین گناہ ہونے کے ذکر کے بعد اب ہم سب کو اپنے اعمال کا محاسبہ کرنا چاہیے کہ میرا کون سا عمل خالص اللہ کیلئے ہے اور کون سا عمل مخلوق کے دکھاوے کیلئے۔ رب العزت ہم سب کو اپنے اعمال صرف اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے ادا کرنے کی توفیق رفیق فرماویں۔ آیت کریمہ میں جن دیگر منہیات کا ذکر رب ذوالجلال نے فرمایا ہے ان کے بارہ میں ان شاء اللہ اگلے جمعے کو معروضات پیش کروں گا۔

مولانا حافظ عرفان الحق حقانی
مدرس جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک

استاذِ حدیث دارالعلوم حقانیہ مولانا نصیب خان کا بہیمانہ قتل

ملک عزیز پاکستان میں آئے روز خونِ ناحق کے واقعات معمول بن چکے ہیں۔ کسی کی جان ومال اور عزت و آبرو محفوظ نہیں۔ علماء کرام جو انبیاء کے وارث ہیں، ان کے وجودِ مسعود کے طفیل دنیا میں نیکی اور اعلیٰ اخلاق و کردار پروان چڑھتا ہے، افسوس وہ بھی اس کھیل سے محفوظ نہیں ہیں۔ گزشتہ کئی برسوں میں سینکڑوں جید علماء اور اخلاق و کردار کے پیکر کے خون کی ندیاں کراچی سے خیبر تک بہائی گئیں۔ حیرت اور تعجب کی انتہاء کہ ان میں سے کسی کے خون کا سراغ لگانے میں حکمرانانِ وقت نے دلچسپی لینا بھی گوارا نہیں کی۔ ان حالات وواقعات میں تو اب یہی سوال اُبھر کر چبھتا ہے کہ کیا حکومتی مشینریاں ایسے واقعات میں ملوث ہیں؟ اگر نہیں تو پھر ایسی مجرمانہ خاموشی کے کیا معنی ہیں؟

انہی واقعات میں سے ایک نیا سانحہ گزشتہ روز (جمعرات ۳رمئی ۲۰۱۲) رونما ہوا جس میں جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے استاذ حدیث اور معقولات ومنقولات پر عبور رکھنے والے ایک جید عالم دین کو انتہائی بیدردی کے ساتھ قتل کر کے پشاور کے علاقہ پشتخرہ میں ان کی نعش پھینک دی گئی۔ اس سے ایک ہی روز قبل بروز بدھ انہیں تاروجبہ کے قریب اورنگ آباد کے مقام سے گن کی نوک پر کئی مسلح گاڑیوں نے انہیں اغواء کیا۔ اغواء سے لے کر قتل تک، صوبائی حکومت، مقامی انتظامیہ اور اقتدار کے اعلیٰ ایوانوں تک نے سراغ لگانے کی کوئی حرکت نہیں کی بلکہ اب تک اس پر سانس روک کر چپ سادھ لئے ہوئے ہے۔ یہ حیرت انگیز خاموشی ایک گہری سازش کی عکاسی کرتی ہے۔

مولانا نصیب خان جامع الصفات اور کثیر الجہت انسان تھے۔ آپ بے نفسی اور تواضع کے عظیم پیکر تھے، وہ اپنے شاگردوں کے ساتھ ایسے عاجزی کے ساتھ مصافحہ اور ملاقات کرتے گویا کہ ایک عقیدت مند شخص اپنے پیرومرشد سے مل رہا ہو۔ باوجود اس کے کہ وہ جامعہ حقانیہ کے مسندِ حدیث پر جلوہ گر تھے لیکن ان کی چال ڈھال سے بالکل یہ معلوم نہیں ہوتا تھا کہ یہ ایک محدث زمانہ ہیں یا عام انسان۔ ان کی ہر ہر اداء سے فقیری ٹپکتی تھی، ان کا دوسرا بڑا وصف سخاء تھا۔ غریب طالب علم جو اپنا جیب خرچہ نہیں اٹھا سکتے تھے ان کی چھپ چھپ کر اعانت فرمایا کرتے۔ ان کی زندگی جرات و دلیری کی ایک عظیم داستان پر مشتمل ہے۔ ذہانت میں وہ اکابرین واسلاف کے پرتو تھے۔ ہر طالب علم اور تعلق دار کا نام

جب ایک دفعہ معلوم کر لیتے تھے تو آئندہ اسی نام سے اس کو پکارتے۔ دار العلوم کے ہزاروں طلباء کے نام ان کو ازبر تھے۔ جامعہ حقانیہ میں درس کے دوران ایسے معلوم ہوتا جیسے علم کا ایک سمندر بہہ رہا ہے، مختلف مذاہب اور ان کے دلائل ایسے بیان فرماتے جیسے انگلیوں پر کسی چیز کو گِنا جا رہا ہے۔ سادگی جو ایمان کی علامت قرار دی گئی ہے وہ آپ میں بطور اتم پائی جاتی تھی۔ جب بھی کوئی طالب علم آپ سے ملاقات کے لئے یا آپ کی کتاب درسگاہ سے ساتھ گھر تک لے جاتا تو اسے بغیر چائے پانی و تواضع کے واپس نہ بھیجتے۔ ان کے گھر پر ہمیشہ مہمانوں کا ایک تانتا بندھا رہتا تھا۔ اکثر غریب، ملنگ، دیوانے اور سادہ لوح انسان جن سے آج کل لوگ بات کرنا بھی گوارا نہیں کرتے، وہ آپ کے ساتھ ایک پلیٹ میں بیٹھ کر کھاتے تھے۔ اس عادت کو اپنانے کی وہ اپنے طلباء کو بھی ترغیب دلاتے کہ ایسے لوگوں کو ساتھ بٹھا کر کھانا کھلانا چاہیے تا کہ ان کو احساس کمتری نہ ہو اور اپنے نفس کے غرور و تکبر کا علاج بھی ہو۔ جس کو علاج بالضد بھی کہتے ہیں۔ دنیا سے بے رغبتی ان کے دل میں گری ہوئی تھی، اس کی بین مثال ان کی وہ عادت تھی کہ وہ جیب میں اپنے روپے کو مسل کر دوسرے لوگوں کی عادت کے خلاف بغیر تہ بہ تہ اور گن گن کر نہ رکھتے اور کہتے کہ اس طرح کرنے سے دنیا کے ساتھ رغبت نہیں بڑھتی۔

حریت و آزادی اور جہاد کے ساتھ ان کی وابستگی کسی سے مخفی نہیں۔ روس کے خلاف بھی جہاد میں بھرپور حصہ لیا تھا اور اس کے بعد تادمِ وفات اس جدوجہد کی تائید کرتے رہے۔ ان کے مزاج میں طنز و مزاح کا بھی ایک بھرپور عنصر شامل تھا۔ دوران درس اور عام نجی مجلسوں میں وہ ایسے لطائف اور باریکیاں چند لفظوں میں آسان کر کے بیان کرتے کہ لوگوں کی عقل دنگ رہ جاتی۔ آپ کے مختصر احوال کچھ یوں ہیں: مولانا نصیب خانؒ بن الحاج قدر خان بن مولانا غلام محمد بن باقی جان۔ مناسب قد و قامت، سر پر زرد رنگ کی باندھی ہوئی قیمتی پگڑی، بارعب مونچھ جس سے اشدعلی الکفار حضرت عمر فاروقؓ کی یاد آئے، مسکراتا ہوا پر جلال و ہیبت چہرہ، پختگی علم و فہم کا مالک، شجاعت اور امت مسلمہ کی محبت سے سرشار شفقت و محبت کا مہتاب، قافلہ جہاد و عزیمت کے میر کارواں، اخلاقی پختگی اور کردار کی بلندی جیسی عظیم اوصاف پر متصف انسان مولانا نصیب خان تھے۔ جن کی زندگی جہد مسلسل، یقین محکم، جرأت و بہادری و دلیری سے عبارت ہے۔ آپ ۱۳۷۵ھ میں ضلع شمالی وزیرستان کے گاؤں برمل میں پیدا ہوئے۔ وزیر کابل خیل قوم سے تعلق تھا۔ آپکی سکونت ایک زمانے تک افغانستان کے شہر خوست میں رہی۔ بنوں میں بھی آپ کی ایک رہائش گاہ ہے۔ آپ نے ناظرہ قرآن مدرسہ انوار العلوم بنوں میں مولانا نواب خان سے پڑھی۔ ۱۳۸۶ھ کو علاقہ درپہ خیل میں مشہور مفسر قرآن مولانا خان حلیم سے فقہ کی تحصیل شروع کی اور نور الایضاح وکنز وغیرہ کے کتب میں ان سے استفادہ کیا۔ ۱۳۸۷ھ میں آپ نے صرف کے کتب صرف میر، زرادی مولوی رب نواز اور مولوی خونہ میر سے پڑھی۔ اس دوران آپ نے صرف کی کتب زبانی یاد کیں۔ اس

کے بعد مدرسہ نظامیہ میں طویل عرصے تک بڑے بڑے اساتذہ سے کسب فیض کیا۔ ہنگو کے مدرسہ مفتاح العلوم میں فنون کی تکمیل کرنے کے بعد ایشیاء کی عظیم اسلامی یونیورسٹی جامعہ دارالعلوم حقانیہ کا رخ کیا۔ شوال ۱۴۰۰ھ بمطابق جولائی ۱۹۸۰ء کو آپ نے دارالعلوم حقانیہ میں داخلہ لیا۔ عقائد، منطق اور اصول فقہ کے اعلیٰ کتابیں آپ نے یہاں پڑھیں اور اس کے بعد موقوف علیہ اور دورہ حدیث کی تکمیل ۱۹۸۴ء کو یہاں سے کی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کمال ذہانت و فطانت سے نوازا تھا۔ دوران طالب علمی اکثر طلباء آپ سے خارجی اوقات میں کتابیں پڑھتے تھے۔ تقریباً ۲۲ کتب طالب علمی کے زمانہ میں آپ کے زیر درس رہیں۔ دورہ حدیث کے سال شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ نے آپ کے ماتھے پر آپ کو چوم کر گویا آئندہ کے روشن علمی و عملی مستقبل کی نوید سنائی۔ فراغت کے بعد آپ نے درس وتدریس کا مشغلہ اپنایا چھ سال دارالعلوم انوارالعلوم بنوں میں تین تین سال بالترتیب مدرسہ انجمن تعلیم القرآن اور مدرسہ منبع الجہاد خوست افغانستان میں بحیثیت استاد گزارے۔ ۱۴۱۸ھ موافق ۱۹۹۷ء کو حضرت مہتمم دارالعلوم مولانا سمیع الحق کی پیشکش پر دارالعلوم حقانیہ آئے اور پھر یہیں کے ہوکر رہ گئے۔ وفات سے قبل تقریباً گیارہ اسباق آپ پڑھاتے تھے جن میں طحاوی شریف، جلالین شریف، توضیح وتلویح اور فلسفہ ومنطق کی اعلیٰ کتب شامل رہیں۔ آپ کی تصنیفات میں ایک کتاب نحو میں "فوائد نصیبیہ" کے نام سے اور دیگر فنون نحو وصرف اور منطق کی کتابوں کی قلمی تقاریر شامل ہیں۔ ۱۴۲۶ھ کو آپ نے حج بیت اللہ کی سعادت پائی۔ آپ کے مشاہیر اساتذہ میں حضرت مولانا عبدالحقؒ، حضرت مولانا عبدالہادی شاہ منصوریؒ اور دیگر اجلہ علماء شامل ہیں۔ آپ نے پسماندگان میں ایک بیوہ، دو بیٹے اور ایک بیٹی چھوڑی ہیں۔ ظاہری علوم کے ساتھ ساتھ باطنی علوم اور تزکیہ نفس کے بھی آپ بڑے ماہر تھے۔ ۱۹۸۰ء میں مولانا مفتی محمد فرید صاحب سے بیعت ہوئے۔ ۱۹۹۶ء کو انہوں نے آپ کو خلافت سے نوازا۔

حضرت مفتی صاحبؒ کی دارالعلوم سے علیحدگی کے بعد روحانی سلسلے کو آپ نے ہی حقانیہ میں وفات تک آب وتاب کے ساتھ پروان چڑھائے رکھا۔ لوگوں کی کثرت اور اصرار پر آپ کا جنازہ دو مقامات میران شاہ اور شوہ میں ادا کیا گیا۔ جنازے میں ہزاروں علماء، طلباء، مجاہدین اور عوام کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔

دارالعلوم حقانیہ کے اساتذہ اور طلباء کا ایک بہت بڑا وفد شریک جنازہ وتدفین رہا۔ جن میں دارالعلوم کے شیخ الحدیث مولانا مغفور اللہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحلیم، مولانا مفتی غلام قادر، مولانا حافظ شوکت علی، مولانا سعید الرحمن، مولانا حامد الحق، مولانا راشد الحق اور احقر عرفان الحق بھی تھے۔ آپ کی تدفین شوہ نامی گاؤں وزیرستان میں کی گئی۔

قومی ایوارڈ یافتہ مقالہ

جناب ابرار خٹک *

(قسط : ۲)

''مفاہمتی عمل کے لئے پائیدار حکمتِ عملی کی تشکیل تعلیماتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں''

مفاہمت بین رسول اللہ ﷺ وسابقون الاوّلون:

اسلام کی دعوت کا آغاز محض ایک نئی بات کی ابتداء نہ تھی بلکہ دراصل اسلامی نظام حیات ومعاشرت کے لباس میں سابقہ جملہ نظام ہائے دنیاوی کی نئی تشکیل تجدید و ارتقا تھا''(۷۵) بقول ڈاکٹر حمید اللہ (state with in state)(۷۶) کی ابتداء تھی'' اور لفظ ''مفاہمت'' اپنی اصل قدروں سے آشنا ہو رہا تھا۔ آپ کا کردار پہلے سے ان لوگوں پر واضح تھا۔ سچائی، امانت دیانت کے ساتھ ساتھ طرز کلام سینوں میں پیوست ہو رہا تھا۔ حضرت علیؓ نے آپ ﷺ اور حضرت خدیجہؓ کو نماز پڑھتے دیکھا تو پوچھا یہ کیا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ اللہ کا دین ہے، یہی دین لے کر پیغمبر دنیا میں آئے، میں تم کو اللہ کی طرف بلاتا ہوں کہ اسی کی عبادت کرو اور لات وعزیٰ کا انکار کرو۔ حضرت علیؓ نے کہا یہ بالکل نئی شے ہے جو اس سے پہلے نہیں سنی تھی۔ جب تک میں اپنے باپ، ابو طالب سے اس کا ذکر نہ کرلوں اس وقت تک کچھ نہیں کہہ سکتا' آپ ﷺ پر یہ بات شاق گزری، کہیں آپ ﷺ کا راز کسی پر فاش نہ ہو اس لیے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ اے علیؓ! اگر تم اسلام نہیں قبول کرتے تو اس کا کسی سے ذکر مت کرو۔''(۷۷)

غرض آپ ﷺ کا مقصد کرۂ ارض پر اللہ کی وحدانیت تھا اور آپ نے اسلام کی تبلیغ کے ذریعے اسی نکتے پر مفاہمت کی خاطر انسانوں کو بلایا:

''اسلام نے انسانی سوسائٹی کی تشکیل کے لیے قدمِ اوّل پر سچی مصلحتوں کا لحاظ مناسب سمجھا، انسانوں کی بہتری اور جنگ سے بچنے کے لیے محتاط حکمتِ عملی ہر عمل کا اوّلین عنصر ہے۔ آپ ﷺ نے تیرہ سال مکہ میں بسر کیے اور دس سال مدینہ میں، مگر مکہ کی سرگرمیوں کے پہلے تین سال ایک ایسا راز تھے جس سے صرف قابلِ اعتماد اصحاب واقف تھے۔ آپ کی اجتماعی سرگرمیاں گھر کی انجمن سے شروع ہوئی تھیں۔ گھر کے بعد شہر، شہر کے بعد عرب، عرب کے بعد

---

* ریسرچ اسکالر، استاد شعبہ اردو، گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج، نوشہرہ، خیبر پختونخواہ

ساری دنیا کو ایک خدا کے نام پر جمع کر کے انسانی وفاق قائم کرنا آپ کے ارادوں کا جزو تھا' مگر جب اول اول حضرت علیؓ اسلام سے روشناس ہوئے تو ان کو منع کر دیا گیا تھا کہ یہ راز ہے اور راز رہے گا۔''(۷۸)

مفاہمتِ عقبیٰ اولیٰ:

نبوّت کے دسویں برس حج کے دنوں میں خزرج کا ایک قافلہ مکہ آیا' آپ ﷺ تبلیغ کی نیت سے ان کے پاس گئے اور اسلام کی دعوت دی' ان کی تعداد چھ تھی' ۔اس وقت ان قبائل کی حالت یہ تھی کہ:

ان کی آپس میں اور یہودیوں کے ساتھ اکثر لڑائیاں ہوتی تھیں ۔یثرب کے یہودیوں اور عرب قبائل میں اقتدار کی کشمکش تھی ۔یہودی تجارت پیشہ تھے' اوس وخزرج بھاری سود کے عوض ان سے قرض لیتے تھے' اور یہود امارت کی زندگی بسر کرتے تھے ۔اوس وخزرج آپس میں تنازعات میں گرے رہتے' یہود ان کو مزید بھڑکاتے' اور یثرب پر اقتدار کے خواہش مند تھے ۔یہودی اہلِ کتاب تھے' لہٰذا وہ مذہبی برتری کا اظہار کرتے ۔

انہوں نے آپ ﷺ سے عرض کی کہ:

ہماری قوم کا اتحاد باہمی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے پارہ پارہ ہو چکا ہے ۔شاید آپ ﷺ کی بدولت اس میں اتحاد پیدا ہو۔''

یہ لوگ مشرف بہ اسلام ہو کر واپس گئے' تو اسلام کے سچے رفیق ثابت ہوئے اور گھر گھر تک اسلام کا ذکر اور پیغام پہنچا دیا ۔اگلے سال حج کے لیے آنے والے اہلِ یثرب کی تعداد ۱۲ تھی' آپ ﷺ نے درج ذیل امور پر بیعت لی:

اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گے ۔۔ہم چوری نہیں کریں گے ۔۔ہم زنا کے مرتکب نہیں ہوں گے ۔۔اولاد کے قتل سے اجتناب کریں گے ۔۔ہم باہم بہتان طرازی سے پرہیز کریں گے ۔۔ہم آپ ﷺ کی معروف و نیک امر میں نافرمانی نہیں کریں گے ۔۔بیعت کے بعد آپ ﷺ نے ان کی ذمہ داری اللہ کو سونپ دی۔

بیعتِ عقبیٰ اولیٰ میں مسلمانوں کے لیے ایک سیاسی مرکز کی تلاش کی کوشش بھی کارفرما تھی' اس میں کوئی کلام نہیں کہ مسلمانوں نے حبشہ کی طرف دو دفعہ ہجرت کی ۔وہاں کے فرمانروا نجاشی نے ان کی آو بھگت بھی کی تھی لیکن حبشہ کے محلِ وقوع کی نسبت یثرب کا محلِ وقوع مسلمانوں کے حق میں تھا ۔یثرب میں ان کے بھائی ان کی اعانت بھی کر سکتے تھے جبکہ جزیرہ نما عرب سے حبشہ جا کر مدد کرنا اس وقت کے حالات کے پیشِ نظر ممکن نہ تھا۔''(۷۹)

مفاہمتِ عقبیٰ ثانی:

اگلے برس یعنی ۱۲ نبوی ﷺ یثرب کا ایک قافلہ حج کی نیت سے آیا' اس قافلہ میں غیر مسلم بھی شریک تھے ۔اہلِ قافلہ کی تعداد ۵۰۰ تھی ۔آپ ﷺ نے ۱۲ ذی الحج کو ایامِ تشریق میں ''شب کی خاموشی میں ان سے ملاقات کا وعدہ کیا اور ساتھ ہی یہ تاکید کی سونے والے کو بیدار کیا جائے اور نہ ہی غیر حاضر کا انتظار کیا جائے۔''

ان افراد کی تعداد پچھتر تھی جن سے آپ ﷺ نے بیعت لی' ان میں دو عورتیں بھی شامل تھیں۔اس مفاہمت میں آپ ﷺ نے ان سے عہد لیا اور انہوں نے آپ ﷺ سے۔

حضرت عباسؓ نے اہلِ خزرج سے کہا کہ ''رسول اللہ ﷺ یہاں محفوظ ہیں مگر تمہارے سوا کسی اور کے ساتھ رہنے سے انکاری ہیں۔ہاں تم لوگ سوچ لو اگر عرب کی مخالفت مول کر تم ان کی حفاظت کر سکتے ہو تو ہمیں کوئی اعتراض نہ ہوگا۔اور اگر آپ ﷺ کو لے جا کر دشمن کے حوالے کرنے کا خیال ہو تو ابھی ان کی مدد سے دستبردار ہو جاؤ! اس کے جواب میں براء بن معرور نے کہا'' یارسول اللہ! آپ ﷺ جس قسم کا اقرار ہم سے لینا چاہیں' ہم حاضر ہیں۔(۸۰) آپ ﷺ نے اس کے جواب میں قرآن مجید کی تلاوت کی' ان کو اسلام کی دعوت دی اور آخر میں فرمایا: تم میری معاونت اپنی بیوی بچوں کی طرح کرو گے؟ اس کے جواب میں براء بن معرور نے آپ ﷺ کا دستِ مبارک پکڑا اور کہا: ہمیں اس کی قسم جس نے آپ ﷺ کو مبعوث فرمایا ہے' ہمیں یہ شرائط منظور ہیں' جنگ تو ہماری میراث ہے۔''(۸۱)

اس پر ابوالہیثم نے کہا: یارسول اللہ ﷺ ہمارے اور یہودیوں کے خاص تعلقات ہیں' ہم ان کو منقطع کر لیں گے مگر ایسا نہ ہو کہ جب آپ ﷺ قوت حاصل کر لیں تو آپ ﷺ ہمیں بے یارو مددگار چھوڑ کر اپنی قوم کی طرف لوٹ آئیں؟ یہ سن کر آپ ﷺ نے زیرِ لب تبسم فرمایا اور کہا: جہاں تمہارا خون گرے گا' میرا لہو بہے گا۔میں تم میں سے ہوں اور تم میرے ہم قوم ہو' جس سے تمہاری جنگ ہوگی میں بھی اس سے برسرِ پیکار رہوں گا' جس سے تمہاری صلح ہوگی میں بھی اس کا حلیف رہوں گا۔''(۸۲)

درج بالا مفاہمتی یادداشت اسلامی ریاستوں کے مابین تعلقات اور بڑی ریاستوں کے اشاروں پر ایک دوسرے سے دست برداری پر شدید ضربیں لگاتا ہے۔کیا محمد ﷺ کے پیروکار (اسلامی ریاستوں کے سربراہ اپنے ہی بھائیوں سے بغیر ٹھوس وجوہات کے (قرآن وسنت کی خلاف ورزی) غیروں کے کہنے پر الگ ہو سکتے ہیں؟ یہ ایک بڑا المیہ ہے۔

ان تاریخ ساز مفاہمتوں کی اہمیت پر تبصرہ کرتے ہوئے پروفیسر محمد صدیق قریشی لکھتے ہیں:

بیعت ہائے عقبہ بیک وقت مذہبی مواثیق بھی ہیں اور سیاسی معاہدات بھی' انہوں نے اسلام کی عظمت کی نیو رکھی۔ان دونوں میں آنحضرت ﷺ کی متانت' بے نظیر توکل اور پُر وقار طرزِ عمل پوری طرح درخشاں ہے.....بیعتِ عقبہ ثانی حضور ﷺ کی سیاستِ خارجہ کا سنگِ بنیاد ثابت ہوئی' اس نے یثرب کو مسلمانوں کا مرکز قرار دے کر ایک اجتماعی نظم کی بنیاد ڈالی' سیاسی تعمیر کا آغاز معاہدہ کے ذریعہ ہوا نہ کہ جنگی قوت کا استعمال کر کے۔اب سے یثرب کی شہرت کو چار چاند لگنا شروع ہو گئے' لیکن سب کچھ اس وقت ہوا جب اہلِ یثرب نے اسلامی تعلیمات کے اساسی مقاصد کو تسلیم کر لیا۔ یہ اساسی مقاصد روئے زمین کی وحدت کے شیرازہ اور قیامِ امن دونوں کے لیے جزو لاینفک ہیں۔''(۸۳)

ہجرتِ مدینہ:

مدینہ پہنچ کر آپ ﷺ کو مختلف مسائل سے نبرد آزما ہونا تھا' جن میں چند درج ذیل بڑے مسائل تھے:
اپنے اور مقامی باشندوں کے حقوق و فرائض کا تعین کرنا۔ مہاجرین کے توطن کا بندوبست کرنا۔ مدینہ کے غیر مسلم خصوصاً یہودیوں سے سمجھوتا کرنا۔ مدینہ کی سیاسی تنظیم اور فوجی مدافعت کا اہتمام کرنا۔ قریش سے مہاجرین کو پہنچے ہوئے جانی و مالی نقصانات کا ازالہ۔

مفاہمت بین انصار و مہاجرین:

مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آمد کے ساتھ ہی دو بظاہر مختلف معاشروں کے اختلاط کا مسئلہ درپیش ہوا' ایک بے سروسامان تھا جبکہ دوسرا خوشحال و دولت مند' مہاجر تجارت پیشہ تھے اور انصار زراعت پیشہ' ان کے درمیان معاملات دنیا کے ساتھ ساتھ ذہنی و فکری ہم آہنگی قائم کرنا' آپ ﷺ کے لیے ایک بہت بڑا مرحلہ تھا' مگر آپ ﷺ نے اس کو اتنی خوش اسلوبی سے حل کیا کہ اہلِ یثرب و عرب ہی نہیں پوری انسانی تاریخ انگشت بدنداں رہ گئی۔ مہاجرین کی تعداد ۴۵ تھی' آپ ﷺ نے ان کے درمیان قرآن کے مطابق ''مواخاۃ'' کا عظیم رشتہ قائم کیا'' ''ایک مہاجر ایک انصار بھائی بھائی بن گئے۔ یہ رشتہ بالکل حقیقی رشتہ بن گیا' حتی کہ جائیداد میں بھی ایک دوسرے کے شریک بن گئے۔ (بعد میں قرآن کے فرمان کے مطابق جائیداد میں شرکت کو منسوخ کر دیا گیا)
اس کی بنیاد دراصل رسول اللہ ﷺ نے قرآن کے اس فرمان کے مطابق رکھی:

''جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور خدا کی راہ میں مال و جان سے جہاد کیا اور وہ لوگ' جنہوں نے ان لوگوں کو پناہ دی اور ان کی مدد کی یہ لوگ باہم بھائی بھائی ہیں۔'' (۸۴)
مواخاۃ کے اس عظیم الشان عملی تصویر کے متعلق مولانا حامد انصاری لکھتے ہیں:
جب مدینہ میں مہاجرین و انصار جمع ہو گئے تو پہلی مرتبہ امت کی حقیقی تصویر تیار ہو گئی۔ قرآن میں پہلے صرف انسانوں کو خطاب کیا گیا تھا' اب اس میں ایماندار انسانوں (مومنوں) کی اجتماعی ہیئت سے بھی خطاب شروع ہو گیا ''انما المومنون اخوہ'' (مسلمان بھائی بھائی ہیں' یہ وہ قانون تھا جو اسلامی معاشرہ کی روح پر چھا گیا۔ انسانیت کو پہلی مرتبہ حکمت عملی کے میدان میں اس قانون کا تجربہ ہوا جو تجربوں کی دنیا میں فاتح بن کر نمودار رہا۔'' (۸۵)

مفاہمتِ مدینہ:

حکمت و دانش کا تقاضا تھا کہ آپ ﷺ اسلام اور فرزندانِ اسلام کی نظریاتی و جغرافیائی سرحدوں کا تحفظ یقینی بنائیں' تاکہ توحید و رسالت اپنے اصل مقصد ''الملک للہ 'الحکم للہ ''کی حقیقی تفسیر بن جائے' اور اللہ کا دین ہر قلب و دہر تک پہنچ سکے۔ اس مقصد کے لیے آپ ﷺ نے ایک عالمگیر مفاہمتی دستاویز تیار کی' جس میں مدینہ کی حدود

میں رہنے والے تمام مذاہب کے پیروکاروں کو شامل کیا گیا۔اس مفاہمت کو''میثاقِ مدینہ'' کے نام سے شہرت حاصل ہے۔اس مفاہمت کی عمارت درج ذیل بنیادوں پر قائم ہوئی:

قبل از اسلام روایات جو اسلام سے متصادم نہ تھیں، کو برقرار رکھا گیا۔ہر مذہب کے پیروکاروں کو ان کے مذہبی قوانین کے مطابق فیصلے کرنے کا اختیار دیا گیا۔

نیکی اور انصاف کا بھرپور دفاع، اور مقروض کے قرض ادا کرنے میں ان کی مدد کا فیصلہ ہوا۔سرکش، دوسروں کا استحصال کرنے والے اور فساد پھیلانے والے کے خلاف مشترکہ جدوجہد کرنے پر اتفاق کیا گیا۔ایمانداروں کے مقابلے میں کافروں کی مدد نہیں کی جائے گی اور ایک مسلمان کی طرف سے دی گئی پناہ سب کی پناہ تصور کی جائے گی۔یہودیوں کے ساتھ بھی امداد و مساوات کا برتاؤ ہوگا بشرطیکہ وہ مومنوں کا اتباع کرے۔ایمان والوں کی صلح و جنگ ایک ہوگی۔قریشِ مکہ کے خلاف مشترکہ جدوجہد ہوگی اور کوئی بھی ان کو پناہ نہیں دے گا۔اختلاف مابین کا فیصلہ آپ ﷺ فرمائیں گے۔یہود اور مومن ایک سیاسی وحدت تسلیم کیے جائیں گے، اور یکساں حقوق کے مستحق ہوں گے۔ آپ ﷺ کی اجازت کے بغیر کوئی جنگ نہیں کرے گا۔حلیف کی غلطی کی ذمہ داری دوسرے حلیف پر نہیں ہوگی۔اس نوشتے کی خصوصیت یہ بھی تھی کہ اس پر اللہ نے بھی اپنی رضامندی کا اظہار کیا۔قریش کو ہرگز پناہ نہیں دی جائے گی۔یثرب پر حملہ کی صورت میں مشترکہ جدوجہد کے ذریعے مقابلہ کیا جائے گا۔اسی طرح صلح بھی مشترکہ ہوگی۔اوس کو بھی برابر کے حقوق حاصل ہوں گے۔اللہ اور اس کے رسول اس شخص کے حامی ہیں جو عہد واقرار میں وفا شعار اور پرہیز گار ہو۔

مفاہمت مدینہ سے چار بنیادی نکات سامنے آتے ہیں:

الف: تمام دستاویزات اور تحریریں بسم اللہ سے شروع کی جائیں اس لیے کہ ریاست کا حاکم اللہ ہی ہے۔ب: ریاست کا قانون قرآن وسنت اور اس کا سربراہ محمد ﷺ ہے۔ج: تمام شہریوں کو قانونی مساوات، مذہبی آزادی، شہری حقوق اور معاشی تحفظ حاصل ہوگا۔د: ریاست کا دفاع تمام شہریوں پر لازم ہوگا اور کسی نوع کا فتنہ وفساد برداشت نہیں کیا جائے گا۔(۸۶)

''یہ دستاویز نہ صرف اپنے زمانے میں اہمیت کی حامل تھی بلکہ اس نے آنے والے تمام حکمرانوں کے لیے بھی رہنما اصول مہیا کیے، کہ وہ غیر مسلم رعایا کے ساتھ کس طرح سلوک کریں۔یہ انسانیت کا اولین دستور ہے، بعد کے تمام دستاویزات ومنشور بشمول اقوام متحدہ کے منشور اسی کا چربہ ہیں''۔(۸۷)

مفاہمتِ حدیبیہ:

مکہ سے ہجرت کے چھ برس بعد النفس وارض مکہ کے دیدار اور عمرہ کی ادائیگی کی غرض سے ۱۴۰۰ اصحاب کے

ہمراہ آپ ﷺ عمرہ کا ارادہ کرتے ہیں۔ اس غرض سے کہ اہلِ مکہ کو جنگ کا شک نہ گزرے آپ ﷺ اور اصحاب نے مدینہ ہی سے احرام باندھ لیے، تلواریں نیاموں میں رکھیں اور قربانی کے جانور لے کر روانہ ہوئے۔ دینِ ابراہیمی کے مطابق کسی کو عمرے سے نہیں روکا جاسکتا تھا، اور حرم میں ہر قسم کی خونریزی حرام تھی۔ مکہ کے قریب پہنچ کر آپ ﷺ نے صورتحال جاننے کے لیے ایک خزاعی کو مکے بھیجا۔ قریش کو پہلے ہی خبر ہو چکی تھی اور وہ جنگ کی تیاری کر رہے تھے۔ تمام قبائل کو جمع کر کے وہ یہ فیصلہ کر چکے تھے کہ آپ ﷺ اور اصحاب کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دیا جائے گا۔ ۲۰۰ سواروں کا دستہ مسلمانوں کو روکنے کے لیے روانہ کیا گیا، آپ ﷺ نے رستہ بدل کر حدیبیہ میں پڑاؤ ڈال دیا۔ آپ ﷺ نے اصحابِ کرامؓ سے مشاورت کی، انہوں نے ضرورت کی حالت میں جنگ کا مشورہ دیا مگر آپ ﷺ نے حرام مہینوں میں جنگ نہ کرنے کا اعادہ کیا اور مفاہمت کو ترجیح دی۔

آپ ﷺ کو خبر ہوئی کہ قریش آپ ﷺ کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ آپ ﷺ نے یہ سنا تو بڑی حسرت سے فرمایا:

قریش کو کیا ہو گیا ہے؟ آپس کی لڑائی اور جنگ جوئی ان کو کھا گئی ہے پھر بھی اس سے باز نہیں آتے، کیا ہی بہتر ہوتا کہ یہ مجھ کو اور تمام عرب کو معاملہ کرنے کے لیے چھوڑ دیتے اور درمیان سے اپنا دخل نکال دیتے۔" (۸۸) اور انسانی احساس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے ثنیۃ المراء پہنچ کر قریش کے ارادوں کا حال معلوم کرنے کے بعد یہی فرمایا "آج قریش صلہ رحمی کے جو حقوق طلب کریں گے وہ میں ان کو ضرور دوں گا۔" (۸۹)

قریش کے ارادوں کو ہر لحاظ سے پرکھنے کے بعد آپ ﷺ نے ان کو خبر بھیجی کہ ہم عمرے کی نیت سے آئے ہیں اور مفاہمت کی طرف آؤ! وگرنہ اس وقت تک لڑوں گا جب تک سر گردن سے الگ نہ ہو جائے یا اللہ خود ہی کوئی فیصلہ کرلے۔ قریش نے عروہ بن مسعود کو بات چیت کے لیے بھیجا مگر اتفاق نہ ہو سکا۔ آپ ﷺ نے حراس بن امیہ کو قریش سے بات چیت کے لیے بھیجا؛ قریش نے ان کے اونٹ کو قتل کیا اور ان کو بھی قتل کرنا چاہتے تھے مگر ان کے قبیلے کے لوگوں نے ان کو بچا لیا۔ اس کے بعد قریش نے ایک دستہ آپ ﷺ سے جنگ کرنے کے لیے بھیجا مگر اس کو گرفتار کر لیا گیا۔ یہ قریش کے لیے بہت بڑا دھچکا تھا مگر آپ ﷺ نے ان کو معاف کر کے واپس بھیج دیا۔ قرآن نے اس کا ذکر ان الفاظ میں کیا:

"اور وہی اللہ ہے جس نے مکہ میں ان لوگوں کا ہاتھ تم سے اور تمہارا ہاتھ ان سے روکا، بعد اس کے کہ تم کو ان پر قابو دے دیا تھا۔" (۹۰)

اس کے باوجود آپ ﷺ نے حضرت عثمان بن عفانؓ کو قریش کے پاس مذاکرات کے لیے بھیجا۔ قریش نے آپؓ کو نظر بند کر لیا اور آپؓ کے قتل کی افواہ پھیل گئی۔ آپؓ کے قتل کی یہ خبر انتہائی المناک اور روح فرسا تھی،

آپ ﷺ نے حضرت عثمانؓ کے قصاص کو فرض قرار دیا اور ببول کے درخت کے نیچے جمع ہو کر اصحابؓ سے بیعت لی کہ حضرت عثمانؓ کے قتل کا بدلہ لیا جائے گا۔ ان سب اصحابؓ نے حضرت عثمانؓ کے قتل کا بدلہ لینے کے لیے جان کی بازی لگانے کی بیعت دی' آپ ﷺ نے دائیں ہاتھ کو اپنا اور بائیں کو حضرت عثمانؓ کا ہاتھ قرار دے کر بیعت دی' قرآن نے اس بیعت کو ان الفاظ میں بیان کیا:

''اللہ مسلمانوں سے راضی تھا جب کہ وہ تیرے ہاتھ پر درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔ سو اللہ نے جان لیا جو کچھ ان کے دلوں میں تھا تو اللہ نے ان پر تسلی نازل فرمائی اور عاجلانہ فتح دی۔'' (۹۱)

بیعت کے بعد حضرت عثمانؓ کے قتل کی خبر غلط ثابت ہوئی مگر اس بیعت نے قریش کو مفاہمت پر مجبور کر دیا۔ قریش نے سہیل بن عمرو کو مذاکرات کے لیے بھیجا' طویل بحث مباحثہ کے بعد مفاہمت ہوگئی' اس معاہدے کی شرائط پر حضرت عمرؓ اور بعض اصحابؓ نے ناراضگی کا اظہار کیا مگر آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ اللہ کا حکم ہے' میں اس کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا۔'' حضرت علیؓ معاہدہ تحریر کر رہے تھے' آپ ﷺ کے ارشاد کے مطابق بسم اللہ الرحمان الرحیم لکھا تو اس پر سہیل نے کہا ہم رحمان کو نہیں مانتے بلکہ لکھو ''باسمک اللھم (اے اللہ تیرے نام سے) آپ ﷺ نے علیؓ کو ایسا ہی کرنے کا حکم دیا۔'' اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ کہ لکھو یہ وہ معاہدہ ہے جس پر محمد رسول اللہ نے سہیل بن عمرو سے صلح کی۔ سہیل پھر معترض ہوا اور کہنے لگا کہ ہم محمد کو رسول اللہ سمجھتے تو پھر جنگ کی نوبت ہی کیوں آتی؟ آپ ﷺ نے علیؓ کو ایسا کرنے کا حکم دیا لیکن انہوں نے اجتناب کیا۔ اس پر محسنِ انسانیت ﷺ نے خود اس صلحنامہ کو لے کر لفظ رسول اللہ کی جگہ محمد بن عبداللہ لکھ دیا۔ اس مفاہمت کے نکات مندرجہ ذیل تھے:

۱۔ مسلمان اس سال واپس چلے جائیں۔ ۲۔ اگلے سال آئیں اور صرف تین دن قیام کر کے چلے جائیں۔ ۳۔ ہتھیار لگا کر نہ آئیں' صرف تلوار ساتھ لائیں' وہ بھی نیام میں اور نیام بھی جلبان (تھیلا' وغیرہ) میں۔ ۴۔ مکہ میں جو مسلمان پہلے سے مقیم ہیں ان میں سے کسی کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں اور مسلمانوں میں سے کوئی مکہ میں رہ جانا چاہے تو اس کو نہ روکے۔ ۵۔ کافروں یا مسلمانوں میں سے کوئی شخص اگر مدینہ جائے تو واپس کر دیا جائے گا' لیکن اگر کوئی مسلمان مکہ میں جائے تو واپس نہیں کیا جائے گا۔ ۶۔ قبائلِ عرب کو اختیار ہوگا کہ فریقین میں سے جس کے ساتھ چاہیں معاہدے میں شریک ہو جائیں۔ (۹۲) ۷۔ فریقین میں ۱۰ سال تک جنگ نہیں ہوگی' اس اثنا میں لوگ امن کی زندگی بسر کریں گے۔ ۸۔ قربانی کے جو جانور مسلمانوں کے پاس ہیں ان کو حدیبیہ ہی میں ذبح کر دیا جائے۔ ۹۔ دلوں کی عداوتیں دلوں ہی میں رہیں گی' ان کو ظاہر نہیں کیا جائے گا۔ ۱۰۔ مسلمانوں اور قریش کے حقوق برابر ہوں گے۔ محمد ﷺ کے ساتھیوں میں جو شخص حج' عمرہ یا تجارت کے لیے مکہ آئے گا تو وہ قریش کی امان میں ہوگا اور قریش کا کوئی فرد مصر یا شام بغرض تجارت جاتے ہوئے مدینہ سے گزرے تو اس کی جان و املاک کو تحفظ حاصل ہوگا۔ (۹۳)

معاہدے کی شرائط یک طرفہ تھیں اور اس پر عمل درآمد قرین انصاف نہ تھا مگر آپ ﷺ نے پھر بھی قبول کیا۔

''ابھی معاہدہ تحریر ہو رہا تھا کہ سہیل بن عمرو کا بیٹا ابوجندلؓ جو پہلے ہی مسلمان ہو چکے تھے اور مکہ میں انتہائی مشکلات پر مبنی زندگی گزار رہے تھے، آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کو دیکھ کر سہیل نے کہا معاہدے پر پابندی کا پہلا موقع ہے!۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ابھی معاہدہ نہیں لکھا گیا؟ ابوجندلؓ کو ہمارے پاس رہنے دیا جائے! سہیل نے معاہدہ ختم کرنے کی دھمکی دی۔ آپ ﷺ نے ابوجندلؓ کو حوالے کر دیا۔ یہ لمحہ سب کے لیے ناقابل برداشت تھا۔ مگر آپ ﷺ نے ابوجندلؓ کو صبر کی تلقین کی۔ آپ ﷺ نے قربانی کے اونٹ وہیں ذبح کیے، بال ترشوائے اور احرام کھولا۔ اللہ تعالیٰ نے اس مفاہمت کو فتح مبین کا نام دیا۔ ''ہم نے تجھ کو کھلی فتح عطا کی۔'' (۹۴)

اس معاہدے کے متعلق مولانا حامد انصاری لکھتے ہیں:

''بیرونی تعلقات کے قیام کا اس سے بہتر نمونہ ملنا دشوار ہے۔ دنیا کا کوئی سیاسی دماغ ایسی حالت میں اس قسم کی شرائط منظور نہیں کر سکتا جبکہ اس کے ساتھ ایک جانباز فوج بھی ہو، لیکن آپ ﷺ نے اسلام کے مطمع نظر کی تکمیل کے لیے اس معاہدہ کی پوری پوری پابندی کی۔'' (۹۵)

یقیناً بعد کے واقعات نے اس معاہدے کو فتح مبین ثابت کر دیا، کیونکہ صلح سے پہلے مسلمان اور کافر کی میل جول ختم ہوگئی تھی اس کے بعد آمد و رفت شروع ہوگئی، خاندانی اور تجارتی تعلقات کی وجہ سے قریش مدینہ آتے اور مسلمانوں سے ان کی ملاقات ہوتی۔ ہر مسلمان حسن اخلاق و کردار، نیکی اور پاکیزہ سیرت کا عملی مجسمہ ہوتا، اس کا اثر یہ ہوا کہ لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے لگے۔ اور اسلام انتہائی تیزی سے پھیلنے لگا۔ مکہ والے مدینہ نہیں جا سکتے تھے اور بظاہر مکہ میں اسلام کا دروازہ بند دکھائی دے رہا تھا مگر اس کا نتیجہ الٹ نکلا، حضرت ابوبصیرؓ مکہ سے بھاگ کر مدینہ آئے، قریش نے دو آدمی ان کو واپس لانے کے لیے بھیج دیے، آپ ﷺ نے حسب معاہدہ ان کو واپس کر دیا۔ واپسی پر راستے میں ابوبصیرؓ نے ان میں سے ایک کو قتل کر دیا، اور دوسرا بھاگ کر مدینہ آ گیا۔ ابوبصیر بھی چپکے چپکے ان کے پیچھے آ گئے اور آپ ﷺ سے کہا آپ ﷺ نے مجھے واپس کر دیا تھا، اب آپ ﷺ کی ذمہ داری ختم ہوگئی۔ وہاں سے نکل کر اس نے سمندر کے قریب تجارتی شاہراہ پر سکونت اختیار کی۔ حضرت ابوجندلؓ کو پتہ چلا تو وہ بھی آپؓ سے آ ملے، رفتہ رفتہ مسلمانوں کی کافی تعداد بن جاتی ہے اور وہ انتقاماً قریش کے قافلوں کو لوٹنے لگتے ہیں۔ قریش کی تجارت خطرے سے دوچار ہوگئی اور وہ خود ہی اس شرط سے باز آ گئے اور آپ ﷺ کو پیغام بھیجا کہ جو کوئی مدینہ میں رہنا چاہے، رہ سکتا ہے۔ علاوہ ازیں یہودیوں سے مسلمانوں کا معاہدہ منسوخ ہو چکا تھا، اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ:

''آپ ﷺ کی حکمتِ عملی نے قریشی اور صیہونی محور کو پاش پاش کر دیا۔ یہ سیاستکاری کا شہکار تھا، قریش کا چڑھتا ہوا جوش اور بخار اس صلح کے سیفٹی ثالث (Safety valve) سے خارج ہوگیا۔ عین اس لمحے خیبر کے

یہودیوں اور مکے کے قریشوں میں اتحاد ہو کر ایک نئے طاقتور محاصرہ مدینہ کی جو تجویز تیار ہو چکی تھی' وہ روک دی گئی۔ کیونکہ قریش نے اپنی منہ مانگی شرطوں کے ملنے اور تجارت کا شمالی راستہ کھلولنے پر وعدہ کیا تھا کہ وہ دس سال تک آنحضرت ﷺ سے نہ تو جنگ کریں گے اور نہ ہی کسی کو کوئی خفیہ یا اعلانیہ مدد دیں گے۔ بلکہ مسلمانوں کی جنگوں میں کامل ناطرفدار رہیں گے۔ اسی صلح سے آنحضرت ﷺ کو یہ فائدہ ہوا کہ خارجہ سیاست کے لیے ہاتھ کھل گئے۔ خطرے کے مرکز خیبر کو مہینے بھر میں ہمیشہ کے لیے دفن مٹا دیا گیا۔"(۹۶) اس معاہدے کے بعد قریش کے دو نامور جرنیل خالد اور عمرو بن العاص نے اسلام قبول کیا۔ تین برسوں میں ہی پورا جزیرہ نمائے عرب سرنگوں ہو گیا اور پندرہ برس میں اسلامی ریاست تین براعظموں پر پھیل گئی۔"(۹۷)

مولانا حامد انصاری اس کے متعلق لکھتے ہیں:

"حدیث و تاریخ اس پر متفق ہے کہ حدیبیہ کا یہی وہ صلح نامہ ہے جس نے فضا کو بدل دیا' عرب کے لوگوں کو یہ معلوم ہو گیا کہ اسلام انسانیت اور امن کا پیغام ہے اور مسلمان اس راہ میں اس حد تک صادق ہیں کہ انہوں نے وحشیانہ تشدد کے باوجود قیام امن کی کوششوں کو ترک نہیں کیا۔ انہوں نے جانیں گنوا دیں مگر اس یقین کا دامن نہیں چھوڑا جس کا مقصد و منشا تمام دنیا کو اپنے حلقہ اثر میں لینا تھا۔"(۹۸)

آپ ﷺ نے مفاہمت حدیبیہ سے قبل اور مابعد جتنے معاہدے کیے ان میں آپ کی حکمت عملی درج ذیل رہی:

انسانی جان و مال کا ہر قیمت پر تحفظ یقینی بنایا جائے۔ مدینہ اور اس کی ہمسایہ ریاستیں قریش کے حملوں' عمل دخل سے محفوظ رہ سکیں۔ قریش کے تجارتی رستوں کو مسدود کیا جائے تا کہ وہ طاقت پکڑ کر مسلمانوں کو نقصان نہ پہنچا سکیں۔ ظالم کو امن عامہ خراب کرنے کا موقع نہ مل سکے۔ خشک سالی وغیرہ سے انسانوں اور جانوروں کو بچایا جا سکے' علاوہ ازیں تمام مذاہب (اہل کتاب) کی عبادت گاہوں اور پیروکاروں کی مذہبی آزادی متاثر نہ ہو۔ اس سلسلے میں سینٹ کیتھرئین سے کیا گیا معاہدہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے' کیونکہ 9/11 کے بعد دنیا کے حالات نے جو کروٹ لی ہے' اس کا ذکر بہت ضروری ہے:

جو قلیل و کثیر اشیا (منقولہ و غیر منقولہ) ان کے گرجاؤں' نمازوں اور رہبانیت کی ان کے تحت ہیں اور جو اللہ اور اس کے رسول کے ہمسایہ ہیں' وہ سب انہیں عیسائیوں کی رہیں گی۔ (یعنی باوجود اسلام نہ لانے کے ان سے کچھ نہ لیا جائے گا) نہ کسی پادری کو اس کے منصب سے بدلا جائے گا' نہ کسی راہب کو اس کی رہبانیت سے' نہ کسی کاہن کو اس کی کہانت سے' نہ ان کے حقوق میں کوئی تغیر کیا جائے گا اور نہ ان کی سلطنت میں یا اس چیز میں جس پر وہ تھے۔ جب تک وہ خیر خواہی کریں گے اور جو حقوق ان پر واجب ہیں ان کی اصلاح کریں گے' تو نہ ان پر ظلم کا بار پڑے گا اور نہ وہ خود ظلم کریں گے۔"(۹۹)   (جاری ہے)

جناب شفیق الدین فاروقی

دارالعلوم کے شب و روز

دارالعلوم کے استاد حدیث حضرت مولانا نصیب خانؒ کی شہادت کے سلسلے میں تعزیت کے لئے علماء، مشائخ اور سیاسی زعماء کی دارالعلوم آمد: حضرت مولانا نصیب خانؒ کی المناک شہادت کے بعد دارالعلوم میں تعزیت کنندگان کا ایک تانتا بندھا ہوا ہے۔ زندگی کے ہر شعبے سے وابستہ سینکڑوں افراد اب تک تعزیت کے لئے آچکے ہیں، جس کا تفصیلی ذکر اداریہ میں آچکا ہے۔ چند اہم مشاہیر میں سے جماعۃ الدعوہ کے امیر حضرت حافظ محمد سعید حفظہ اللہ، جماعت اہل سنت کے سربراہ مولانا احمد لدھیانوی مدظلہ، جماعت اسلامی کے سابق امیر جناب قاضی حسین احمد صاحب مدظلہ اور جمعیت علماء اسلام کے مرکزی رہنما مولانا گل نصیب خان نمایاں ہیں۔ جناب حافظ سعید صاحب مدظلہ اور مولانا لدھیانوی مدظلہ نے ایوان شریعت ہال میں اساتذہ اور طلباء سے تعزیت کی اور حضرت مولانا مرحوم کی جرات اور دارالعلوم حقانیہ کی شاندار خدمات پر بھرپور خراج تحسین پیش کیا۔

دارالعلوم کے وسطانی امتحانات میں پوزیشن حاصل کرنے والوں میں تقسیم انعامات:

۱۲ ر اپریل ۲۰۱۲ء بروز جمعرات دارالعلوم حقانیہ کے وسطانی امتحانات کے نتائج اور امتیازی پوزیشن حاصل کرنے والوں کو انعامات دینے کیلئے ایوان شریعت ہال میں ایک پروقار تقریب زیر صدارت حضرت مولانا سمیع الحق صاحب، مہتمم جامعہ حقانیہ منعقد ہوئی۔ تقریب کی ابتداء ختمات قرآن اور خصوصاً ختم بخاری سے کی گئی، حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کے خطاب کے بعد حضرت مولانا محمد انوار الحق صاحب، نائب مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ نے امتحانی نظام اور امتیازی پوزیشن حاصل کرنے والوں کے انتخاب کے طریق کار پر حاضرین مجلس کو اپنے بیان سے نوازا۔ بعد میں انعامات کی تقسیم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کے دست مبارک سے ہوئی۔ نمایاں پوزیشن حاصل کرنے والے طلباء اسمائے گرامی درج ذیل ہیں: (درسگاہ نمبر ۱ قاری ذاکر اللہ صاحب) اول: صلاح الدین بن اکبر خان۔ دوم: رفیق اللہ بن واصل خان۔ سوم: سید عمر بن محمد ظاہر۔ (درسگاہ نمبر ۲ قاری محمد شفیع اللہ حقانی صاحب) اول: رویس الحسن بن ابرار الحسن۔ دوم: عبدالرحمٰن بن عبداللہ خان۔ سوم: محمد اسماعیل بن حاجی باز محمد۔ (درسگاہ نمبر ۳ قاری محمد زاہد صاحب): اول: صدام حسین بن حاجی خوانی۔ دوم: اویس محمود بن خالد محمود۔ سوم: محمد اسماعیل بن سید افضل۔ (درسگاہ نمبر ۴ قاری فضل ربی صاحب): اول: محمد حمزہ بن سید حبیب۔ دوم: محمد حذیفہ بن زیارت گل۔ سوم: سید عمر بن طالب آغا۔ (درسگاہ نمبر ۵ قاری امام حسین صاحب) اول: فضل واجد بن محمد فاضل۔ دوم: عبدالصمد بن عبدالعزیز۔ سوم: عبداللہ بن سیف الرحمٰن۔ (درسگاہ نمبر ۶ قاری ارشاد صاحب) اول: محمد قاسم بن طوطی مرجان۔ دوم: آغا گل بن حاجی عبدالمجید۔ سوم: مختار اللہ بن محمد فقیر۔

درجہ اعدادیہ: ولی محمد بن فاضل نحمد (اوّل) ۔محمد اللہ بن زردان (دوم)۔محبّ اللہ بن زردان (سوم) درجہ متوسطہ: عرفان اللہ بن شاہ محمد (اوّل)۔حضرت حسین بن غلام اکبر (دوم)۔سید عبدالحلیم بن سید عبدالمنان (دوم)۔محمد سلمان بن نور محمد (سوم)۔ محمد ادریس بن شاہ جہان (سوم) درجہ اولیٰ: ہدایت اللہ بن شیر محمد (اوّل)۔یاسر خان بن سعید خان (دوم)۔ نذرولی بن گل رنگ (سوم) درجہ ثانیہ: حمید اللہ بن خیوہ گل (اوّل)۔عکاشہ بن نصر اللہ خان (دوم) شاہد مشہود بن محمد جمیل (سوم) درجہ ثالثہ: حمایت اللہ بن حافظ شوکت علی (اول) زوہیب احمد بن میر افضل خان (دوم) اللہ یار بن سید مرجان (سوم) درجہ رابعہ: خلیل احمد بن گل دراز (اول)۔عمر فاروق شاہ بن نیاز محمد شاہ (دوم)۔ یاسر خان بن آئین خان (سوم) درجہ خامسہ: کلیم اللہ بن دین محمد (اول) صدام حسین بن حضرت رحمان (دوم) ۔ محمد قاسم بن عبدالخالق (سوم) درجہ سادسہ: شاہ فہد بن لیاقت علی (اول)۔محمد شہزاد بن حسین ریاض حسین (دوم)۔حبیب اللہ بن تازہ گل (سوم) درجہ تکمیل: عبدالباری جان بن قاضی حسین احمد (اول)۔شفیق الدین بن صلاح الدین (دوم)۔عبدالحق بن شاہ رسول (سوم)۔محمد عادل بن شیر ولی (سوم)۔ درجہ موقوف علیہ: ندیم خان بن غنی رحمان (اول)۔فاروق شاہ بن جاوید (دوم)۔لعل شیر بن عجب خان (سوم) درجہ دورہ حدیث: ابراہیم بن نذیر محمد (اول)۔طارق علی بن محمد علی (دوم)۔ صدیق اعظم بن صاحب گل (سوم) درجہ تخصص فی الفقہ: سلطان محمد بن قاری تاج محمد (اول)۔محمد اسامہ بن معین الدین (دوم)۔ابن امین بن روح الامین (سوم) شعبہ کمپیوٹر: شکیل محمد بن اسرار محمد (اول)۔محمد اسفندیار خان بن محمد خالد (دوم)۔شفیق الدین بن صلاح الدین (سوم)۔محمد برہان بن محمد فضل عظیم (سوم)

وفاق المدارس والجامعات کے اجلاس: وفاق المدارس والجامعات کے مجلس عاملہ وشوریٰ کے اجلاس ۲۵ راپریل ۲۰۱۲ء بمقام دفتر وفاق ملتان اور ۲۶ اپریل شوریٰ کا اجلاس جامعہ خیر المدارس ملتان زیر صدارت شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان مدظلہ صدر وفاق کی صدارت اور سرپرستی میں منعقد ہوئے۔ارکان عاملہ وشوریٰ کے علاوہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے نائب مہتمم مولانا محمد انوار الحق نائب صدر وفاق المدارس والجامعات نے دونوں اجلاسوں میں شرکت کی۔اجلاسوں میں نصاب کمیٹی برائے بنات کے سفارشات' میزانیہ برائے سال ۲۰۱۳ء کی منظوری' وفاق کے دستور میں اہم ترامیم پر بحث اور بعض دیگر ضروری امور پر غور وفکر کے بعد منظوری دی گئی۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق ؒ کے حفید (پڑپوتے) محمد حنان الحق کی ولادت: ۵ اپریل ۲۰۱۲ء بروز جمعرات منتظم اعلیٰ جامعہ حقانیہ الحاج مولانا اظہار الحق مدظلہ کے بڑے فرزند اور دارالعلوم حقانیہ کے استاد مولانا حافظ لقمان الحق حقانی کے ہاں بیٹے کی پیدائش ہوئی۔ والحمد للہ علی ذالک۔نومولود بچے کا نام محمد حنان الحق رکھا گیا ہے' اللہ تعالیٰ سے دست بدعا ہے کہ طوالت عمر' سعادت مندی' علم وعمل اور اسلاف واجداد کے نقوش پر چلنے کی سعادت سے بہرہ ور فرمائے امین۔آخر میں ادارہ ہدیہ تبریک پیش کرنے والے جملہ طلباء' اساتذہ' متعلقین کا تہہ دل سے شکر گزار ہے۔

ادارہ

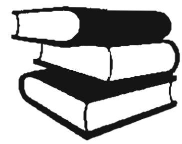

تعارف وتبصرہ کتب

نام کتاب: مشاہیر بنام شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق نوراللہ مرقدہ وشیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ
تالیف وترتیب وتوضیح الحواشی: حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم
ضخامت: 7 جلدیں ناشر: مؤتمر المصنفین جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نوشہرہ
تبصرہ نگار: مولانا احسان الرحمٰن عثمانی فرزند مولانا مفتی غلام الرحمٰن، مہتمم جامعہ عثمانیہ پشاور

خط وکتابت اگرایک طرف مرسل اورمرسل علیہ کے احوال بتانے اوردریافت کرنے کا مؤثر ذریعہ ہے تودوسری طرف نفسیات اورمحرکات کا نبض شناس بھی ہے ،اور لکھے ہوئے سطور سے ذہنی سوچ اورنظریہ کی مکمل عکاسی اورترجمانی ہوتی ہے۔یہی مسودہ اگرایک زاویے پرفاصلوں کومٹارہاہے اوردوریوں کوسمیٹ کرنصف ملاقات کا سبب بنتاہے تودوسرے زاویے پروہ ثبت شدہ نقوش بھی ہیں جوکہ طرفین کی زندگی کے بعد بھی گہرے اثرات مرتب کرنے اورعظمتوں کے دریچے کھولنے کا باعث ہیں۔

میرے سامنے اس تناظراوراس مصداق کا حامل ''مشاہیر'' کے نام سے خطوط کاوہ وقیع اورعمیق علمی مجموعہ ہے جس کا اپنا عنوان ہی معنوں کی وضاحت ہے۔مشاہیر کی فہرست میں اگرایک طرف حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب نوراللہ مرقدہ اوران کے مشن کے علمی اورعملی جانشین،فرزندارجمندوترجمان حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ العالی کے شیوخ عظام،اساتذہ کرام،تلامذہ اورمذہب ودین کے غیوردردمندوں کے نام درج ہیں تودوسری طرف بین الاقوامی سطح پرعظیم دانشور،مفکرین ملت ،زعماء اورعمائدین قوم وملت اورمختلف مکاتب فکرسے وابستہ شخصیات کی بھی جم غفیرہے، جنہوں نے وقت اورماحول کے تقاضوں کے مطابق حضرت مؤلف کے والدگرامی اورخودان سے خط وکتابت کے ذریعے اپنے خیالات وآراء کا تبادلہ کیاہے،اورجابجامختلف تحریکوں کے حوالے سے اپنا نقطہ نظرقوم کے سامنے رکھاہے۔ان میں بیشترحضرات تووہ بھی ہیں جن کی آراء دیگرذرائع سے منصۂ شہودپرموجودہیں۔مگربہت سارے ایسے بھی ہیں جن کے احساسات کا درست اندازہ 'مشاہیر' کی بدولت امت کومل رہاہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ان ضخیم جلدوں کی ترتیب وتالیف،عنوانات وحواشی مرتب کرتے وقت حضرت کوکن کن صبرآزمامراحل سے گزرناپڑاہوگا،اوراس سے بڑھ کرسب سے زیادہ مشقت کا باعث یہ ہے کہ پونے صدی پہلے کے خطوط کوہرقسم کے دیمک سے حفاظت میں رکھنااورآج ان کوپذیرائی دینا' کارے دارد'۔اس جان توڑمحنت سے اگرایک

طرف حضرت مؤلف کی علم دوستی ،قلم وکتاب سے گہری مناسبت اور طویل عرصے سے رشتے کا ثبوت ملتا ہے تو دوسری طرف یہ اعلیٰ وسعت ظرفی ، بلند پایہ اخلاق اور اصاغر نوازی کا بھی بہت بڑا مظاہرہ ہے کہ اپنے بیشتر شاگردوں اور تلامذہ کے ہر خط کو بھی مدتوں تک ضائع نہیں کیا ہے بلکہ جواب مرحمت فرمانے کے بعد اسے اپنی فائل میں جگہ دے کر ان کو عزت بخشی ہے اور آج شاگرد جن کے قوت حافظہ سے بھی شاید وہ سطور محو ہو چکے تھے مگر حضرت مدظلہ العالی نے محفوظ کر کے جب فراہم کیا تو شاگرد پڑھ کر بے ساختہ مزید عظمت کا گرویدہ بن گیا۔

مشاہیر کے اس حسین گلستان کا ہر پھول مہکتا اور سرسبز وشاداب ہے، یہ صرف اور صرف خطوط نہیں بلکہ پون صدی کی عہد ساز تاریخ کا قصہ اور عبرت انگیز داستان ہے ۔جنہیں پڑھ کر برصغیر پاک وہند اور مسلم دنیا کی علمی سیاسی، ثقافتی اور تہذیبی، قرینوں اور کارناموں کے درخشاں باب کا حقیقی علم اور بصیرت حاصل ہوتا ہے۔شاید خطوط کے نام سے منسوب اس مجموعے کو کوئی اکتاہٹ کا سلسلہ محسوس کرے مگر حقیقت یہ ہے کہ حضرت مؤلف نے جس عجیب اور لطیف پیرائے میں اپنے علمی ذوق سے ان خطوط کا پس منظر اور ان شخصیات کے علم وفضل پر مختصر اور ایسے پرمغز حاشیئے تحریر کیے ہیں کہ قاری اس ادبی چاشنی اور فن پاروں سے کسی جگہ رکنے کا نام نہیں لیتا۔ بلکہ سب کچھ ایک ہی مجلس میں حاصل کرنے کی لگن رکھتا ہے۔

یہی علمی ذخیرہ قومی وملی خدمات کے لیے ایک دستور العمل ،طریقہ کار کی وضاحت اور تجربات سے استفادہ کا ذریعہ ہے، اور اس سلسلے میں ہر نئے موڑ پر نقل وحرکت میں انقلاب ،سلف واکابر پر اعتماد، جہد مسلسل کی شاہراہ پر مشتمل فکر وعمل میں مثبت آبیاری اور امت کی فکری وحدت میں ایک سنگ میل کا وسیلہ ہے ۔حضرت مؤلف نے جہاں 'مشاہیر' کے نام سے علمی دنیا میں ایک نمایاں اور وقیع اضافہ کیا ہے وہاں اس اضافے کے ساتھ ارباب قلم کو نئے رخ اور اسلامی تہذیب وثقافت کے دریچوں کو متعارف کرانے ،اور نئی نسل کے لیے اسلاف واکابر سے رشتہ جوڑنے کی بھی مستقل دعوت فکر دی ہے، اور خاص کر عصر حاضر کے حوالے سے جہاں سائنس اور ٹیکنالوجی نے اگر ایک طرف زندگی کے بیشتر سہولیات مہیا کیے تو بہت سی علمی وادبی دولتوں سے گنوانے میں بھی کوئی کسر نہیں چھوڑی ۔آج کا نوجوان طبقہ خط کتابت ،ادب اور مضمون نویسی کی دنیا سے کوسوں دور چلا گیا ہے اور علمی لحاظ سے انحطاط کا سماں بندھا ہوا ہے، موبائل اور انٹرنیٹ کے ذریعے صرف غیر سنجیدہ مواد کے ساتھ تفریحی کھیل میں مشغول ہیں اور سلف واکابر کے علم ودانش کے درس فراموش کر چکے ہیں۔ انشاء اللہ ''مشاہیر'' کا یہ کارنامہ آنے والی نسل میں ایک بار پھر علمی ،ادبی اور قلم کی دنیا کو احیاء اور نشاط ثانیہ کا باعث ہوگا۔حق تعالیٰ حضرت مؤلف کا سایہ عاطفت علمی حلقے پر تادیر سلامتی کے ساتھ قائم ودائم رکھے اور آپ کے علمی خاندان کے ہر چشم وچراغ کو ''دانش گاہ الحق'' کا حقیقی وارث بنادے۔　　این دعا از من واز جانب جہاں امین باد

(بشکریہ ماہنامہ ''العصر'')

فہــــرســـــت کتـــب

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
مشاہیر مکاتیب (۷ جلد):	5000/-	فتاویٰ حقانیہ (۶ جلد):	2600/-
زین المحافل (۲ جلد):	730/-	حقائق السنن جلد اول:	400/-
خطبات حق:	240/-	کاروان آخرت:	300/-
میری علمی و مطالعاتی زندگی:	250/-	شریعت بل کا معرکہ:	250/-
شیخ الحدیث مولانا عبدالحق" نمبر:	1000/-	اشاریہ الحق:	840/-
اسلام کا نظام اکل و شرب:	350/-	صلیبی دہشت گردی اور عالم اسلام:	400/-
اسلام اور عصر حاضر:	250/-	دفاع ابوہریرہ:	150/-
عقیقہ کی شرعی حیثیت:	70/-	مسئلہ عصمت انبیاء:	140/-
مسواک کیمیائے سعادت:	350/-	الحاوی علی مشکلات الطحاوی:	150/-
دروس مسلم:	260	اتباع سنت اور مذہب حنفیت:	350/-
اسلامی معیشت:	300/-	المنہاج فی القوائد والاعراب:	400/-
اسلام کا نظام سیاست و حکومت (۲ جلد)	1300/-	اسلام کا نظام سیاست (عربی) دوجلد:	1100/-
اسلام میں اسرار کی اہمیت:	150/-	اسلام میں اسرار کی اہمیت (عربی):	220/-
زبان کی شرارتیں:	60/-	ہماری تعلیمی زبوں حالی:	120/-
القول الراجح (دو جلد):	900/-	مسائل سفر:	60/-
مقالات نعمانی	250/-	وحدت رمضان و عیدین:	140/-
حیات صدر المدرسین:	350/-	نالہ زار (شعری مجموعہ):	160/-
دار العلوم حقانیہ سے جامعہ ازہر تک:	80/-	کشکول معرفت:	80/-

مکتبہ ایوان شریعت جامعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

رابطہ کیلئے: شفیق الدین فاروقی 0300 5167962

روح افزا اور کیا چاہیے!
SHARBAT
ROOH AFZA
REGD.
PAKISTAN
ہمدرد لیبارٹریز (وقف) پاکستان
ہمدرد
Blitz DDB

Regd Number P-90 Monthly "Al-Haq" Akora Khattak

مشاہیر کتاب ایک نظر میں

جلد اول: **مکتوبات** بنام **شیخ الحدیث مولانا عبدالحق**ؒ — صفحات ۷۰۴

مکتوبات بنام مولانا سمیع الحق کی تفصیل

اکابر برصغیر پاک و ہند بشمول بنگلہ دیش کے خطوط۔ (چار جلدوں پر مشتمل)

جلد دوم: ا ب پ .... صفحات: ۱ ـ ۵۱۶ (۵۱۶)

جلد سوم: ت ٹ ث ج چ ح خ د ڈ ذ ر ز س صفحات ۵۱۱ـ۱۰۷۹ (۵۶۸)

جلد چہارم: ش ص ض ط ظ ع .... صفحات ۱۰۹۲ـ۱۷۵۰ (۶۵۸)

جلد پنجم: غ ف ق ک گ ل م ن و ہ ی ...... صفحات ۱۷۵۳ـ۲۲۳۰ (۵۱۲)

جلد ششم: عالم اسلام اور بیرونی ممالک (ایران، عالم عرب، افریقہ، سنٹرل ایشیاء، فار ایسٹ، امریکہ اور یورپی ممالک) .... (صفحات تقریباً ۵۰۰)

جلد ہفتم: افغانستان (جہادی مشاہیر کے خطوط، جہادی رپورٹیں، شہداء، تحریک طالبان پر مشتمل تفصیلات گویا **جہاد افغانستان اور جامعہ حقانیہ** مستقل ایک جلد .... (صفحات ۷۲۰)

جلد ہشتم: ضمیمہ جات، اضافات اور توضیحات پر مشتمل مستقل جلد

نوٹ: مکتوب نگاروں کی ترتیب فرقِ مراتب کا لحاظ کئے بغیر حروف تہجی الف باء تا کے مطابق رکھی گئی ہے

قیمت: -/5000 روپے	رعایتی قیمت: -/2500 روپے

"پچھلے پون صدی کی ایسی دستاویز جو دینی علمی سیاسی اور معاشرتی تاریخ کی مستند ماخذ ہو۔ فارسی اردو عربی انگریزی اور دیگر جوزبانیں میں جانتا ہوں، کوئی ایسی کتاب مجھے یاد نہیں آرہی جس میں اتنی بڑی تعداد کے علماء دانشور، صوفیاء، اہل قلم اور سیاستدانوں بلکہ مختلف الجہت لوگوں کے میری دانست میرے علم کی حد تک ایسی کتاب اس سے قبل نہیں آئی۔" (شیخ الاسلام مولانا محمد تقی عثمانی)

جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

فون: 0333 5196486- 03339142880 فیکس: 0923-630922

ویب سائٹ: www.jamiahaqqania.edu.pk ای میل: editor_alhaq@yahoo.com